اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ ۔ عَسٰۤی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

تار کا پتہ الفضل قادیان

رجسٹرڈ ایل ۳۵۸

اللہ اکبر

الفضل قادیان

ہفتہ میں دوبار

ایڈیٹر۔ غلام نبی

The ALFAZL QADIAN.

قیمت فی پرچہ ۱ر

قیمت سالانہ پیشگی للعہ

نمبر ۴۲ | مورخہ ۲۲ نومبر سنہ ۱۹۲۹ء | یوم جمعہ | مطابق ۱۹ جمادی الآخر سنہ ۱۳۴۸ھ | جلد ۱۷

مدینۃ المسیح

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کی صحت خدا تعالےٰ کے فضل دکرم سے اچھی ہے۔ حضورؐ نے ۱۷۔ نومبر بعد نماز ظہر احمدیہ انٹر کالجیٹ ایسوسی ایشن کے ممبران کے سامنے ایک مفصل تقریر فرمائی جس میں نوجوانوں کو قیمتی نصائح فرمائیں۔ یہ تقریر انشاء اللہ جلد شائع کی جائے گی ؛

مولوی عبدالاحد صاحب اور مولوی اللہ دتا صاحب نکودر سے واپس آئے۔ اور مولوی اللہ دتا صاحب اور مولوی غلام رسول صاحب راجیکی ۱۸۔ نومبر جماعت احمدیہ گورداسپور کے جلسہ پر بھیجے گئے ؛

چندہ جلسہ سالانہ کے لئے قادیان میں پوری سرگرمی سے کام ہو رہا ہے۔ اور محلہ وار کمیٹیاں بن گئی ہیں۔ جو فراہمی چندہ کا کام کر رہی ہیں ؛

پیغام سروش

یہ نظم ۱۷۔ نومبر ۱۹۲۹ء اس جلسہ میں پڑھی گئی جس میں حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے احمدیہ انٹر کالجیٹ ایسوسی ایشن لاہور کے طلبا کیلئے تقریر فرمائی

نوجوانانِ جماعت! عقدِ ہمت باندھ کر،
احمدِ موعود کے جھنڈے تلے آجائیں آپ،

آتشِ عصیاں وکفر وشرک ہے بھڑکی ہوئی،
ابرِ رحمت بن کے سب اقوام پر چھا جائیں آپ،

حملہ آور ہیں شیاطیں گلشنِ اسلام پر،
شیر بنکر دشمنانِ دیں کو کھا جائیں آپ،

آرزوئیں مٹ چکی ہیں۔ خون میں حدت نہیں،
عشق کی گرمی سے پھر مسلم کو گرما جائیں آپ،

فضلِ حق سے اپنے اندر جذب وہ پیدا کریں،
نوکِ مژگاں سے دلِ دشمن کو برما جائیں آپ،

دل میں ایسا درد ہو۔ سینے میں ایسا سوز ہو،
جس طرف سے ہو گذر اک آگ بھڑکا جائیں آپ،

شمعِ یزداں پر خدا توفیق دے پروانہ وار،
اس طرح سے ہوں فدا دنیا کو تڑپا جائیں آپ،

یہ بھی کیا جینا ہے۔ گر جیتے رہے اپنے لئے
جان دے کر رازِ ہستی سب کو سمجھا جائیں آپ،

اس قدر شرم وحیا ہو۔ خود تو کرنا درکنار
لغو باتیں غیر سے سنکر بھی شرما جائیں آپ،

شاکر

احمدی نوجوانوں کو نصائح

لاہور کے کالجوں کے احمدی طلبار کی آمد پر ۱۵ - نومبر بوقت ۷ بجے شب احمدیہ انٹر کالجیٹ ایسوسی ایشن کے زیر اہتمام تعلیم الاسلام ہائی سکول کے بورڈنگ ہاؤس میں ایک جلسہ ہوا۔ جس کی مختصر روئداد ہدیۂ ناظرین کی جاتی ہے:۔

جناب چوہدری فتح محمد صاحب کی تقریر

تلاوت قرآن مجید اور نظم خوانی کے بعد جناب چوہدری فتح محمد صاحب ایم۔ اے نے فرمایا۔ ہندوستان میں مختلف اقوام بستی ہیں ہر ایک قوم کا مذہب۔ تمدن اور طریق معاشرت دوسروں سے بالکل جداگانہ ہے۔ اور اس وجہ سے ان میں ہمیشہ سے افتراق اور تشتت چلا آیا ہے۔ سکندر نے ہندوستان پر جو حملہ کیا۔ اس کی کامیابی کی بھی یہی وجہ تھی۔ کہ ہندوستانی راجوں نے جو پہلے سے آپس میں جھگڑتے اور لڑتے رہتے تھے۔ ایک دوسرے کے خلاف سکندر کی مدد کی۔ اور اس طرح وہ فتحمند ہوگیا۔ ورنہ طاقت کے لحاظ سے وہ ہرگز کامیاب نہ ہوسکتا تھا۔ کیونکہ یونانی لوگ ہندوستان کے باشندوں سے قدوقامت میں چھوٹے اور قوت و سامان حرب میں کم تھے۔ اسی طرح انگریزوں نے جب بنگالہ کی طرف سے تسلط جمانا شروع کیا۔ تو بجائے اس کے کہ سب ہندوستانی مل کر مقابلہ کرتے۔ ایک دوسرے کے خلاف انگریزوں کی مدد کرنے لگ گئے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ انگریز سارے ہندوستان پر قابض ہوگئے:۔

پس ہندوستان کی غلامی کی اصلی وجہ اس کے اندر بسنے والی اقوام کا باہمی افتراق ہے۔ اور آج ہمارے ملک کی وہی حالت ہے۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظہور سے پیشتر اہل عرب کی تھی۔ وہ لوگ بھی مختلف اقوام میں منقسم تھے۔ ہر ایک قوم اپنی عادات۔ رسوم اور تمدن کے لحاظ سے دوسری قوم سے بالکل مختلف تھی حتےٰ کہ ہر ایک قبیلہ کا خدا (بت) بھی جدا تھا۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاک اور مقدس تعلیمات کے اثر سے یہ افتراق دور ہوگیا۔ سب اسلام کے جھنڈے تلے جمع ہوگئے۔ اور وہی لوگ جو پہلے ذلیل خیال کئے جاتے تھے۔ دنیا کے حکمران بن گئے۔ آج بھی ہندوستان کی بدبختی کا یہی علاج ہے۔ کہ اس میں بسنے والوں کو دولت اسلام سے مالامال کیا جائے۔ اور اس کی پاک تعلیمات کے ذریعہ اختلافات کو مٹایا جائے:۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو خدا تعالےٰ نے اسی غرض کے لئے مبعوث فرمایا ہے۔ اور ہمارا فرض ہے۔ کہ ہم اس پیغام کو لوگوں تک پہونچائیں۔ پس اے جماعت کے نونہالو! اپنے فرض کو پہچانو۔ اور لوگوں پر اپنے نمونہ سے ظاہر کردو۔ کہ تم دنیا کے خیر خواہ اور اپنے وطن کے سچے ہمدرد ہو:۔

جناب مولوی محمد الدین صاحب کی تقریر

چوہدری صاحب کے بعد جناب مولوی محمد الدین صاحب بی۔ اے نے انگریزی میں تقریر کی جس میں فرمایا:۔ ملک میں انقلابی رَو پھیل رہی ہے۔ جو مہلک اثرات پیدا کرے گی۔ نوجوان اس میں سب سے زیادہ حصہ لے رہے ہیں۔ ہماری جماعت کے نوجوانوں کو چاہیئے۔ کہ وہ سوچ سمجھ کر قدم اٹھائیں۔ ہم دنیا میں امن قائم کرنا چاہتے ہیں۔ اور امن کی تعلیم پھیلانے کے لئے ہمیں کھڑا کیا گیا ہے۔ یہی حضرت مسیح موعود کا مشن تھا جمہوریت کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے فرمایا۔ جمہوریت جس کے لئے ہندوستان کوشش کر رہا ہے فی نفسہٖ اچھی چیز ہے۔ مگر حسد۔ کینہ۔ بغض۔ عداوت۔ دھوکہ بازی۔ بے ایمانی۔ لڑائیاں۔ جھگڑے اور دیگر اخلاق سیئہ اس کے لازمی نتائج ہیں۔ ان سے محفوظ رہنے کی کوشش کرو۔ اور دوسروں کو بھی بچاؤ:۔

جناب شیخ یعقوب علی صاحب کی تقریر

مولوی صاحب کے بعد جناب شیخ صاحب نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا:۔

تاریخ ہمیں بتاتی ہے۔ کہ دنیا کی تعمیر اور قوموں کے احیاء میں نوجوانوں کا بہت بڑا دخل ہے اور نوجوانوں کے ذریعہ ہی قوموں کی ترقی ہوتی ہے۔ کیونکہ اُن کے اندر وہ روح اور قوت عمل پائی جاتی ہے۔ جو بوڑھوں میں نہیں ہوتی۔ ہم جو اس وقت بوڑھے ہوچکے ہیں۔ اپنا کام ایک حد تک پورا کرچکے ہیں۔ اور اب ہماری نظریں تم پر لگی ہوئی ہیں۔ جی چاہتا ہے۔ کہ تمہارے کاموں کے عمدہ نتائج دیکھ کر مریں۔ جو آنکھوں کے لئے ٹھنڈک اور دل کے لئے سرور کا باعث ہوں:۔

آپ نے تنظیم نوجواناں پر زور دیتے ہوئے فرمایا:۔ جب تک وحدت عمل پیدا نہ کی جائے۔ اس وقت تک کامیابی محال ہے۔ ینگ مین کرسچین ایسوسی ایشن اور دیگر نوجوانوں کی انجمنوں کی کامیابی کا یہی راز ہے۔ کہ وہ ایک نظام کے ماتحت کام کر رہی ہیں۔ آپ لوگ مسلمان ہیں۔ اور مسلمان کا دائرہ عمل غیر محدود ہوتا ہے اس لئے ہمیں دوسروں سے زیادہ جدوجہد اور اعلےٰ تنظیم کے ساتھ کام کرنا چاہیئے:۔

اسلامی شعار اختیار کرنے کی نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:۔ اسلام نے جو اصول تمدن بیان کئے ہیں۔ وہی حقیقی شاہراہ ترقی پر چلانے والے ہیں۔ دوسری قوموں کی تقلید نہ کرو۔ کیونکہ یہ بات تباہی کے موجبات میں سے ہے۔ اپنے قومی کیرکٹر کو مضبوط کرو۔ دل میں عزم۔ مضبوطی اور جرأت پیدا کرو۔ دنیا کے انقلابات سے مت ڈرو۔ کیونکہ خدا تمہارے لئے سب چیزوں کو درست کردے گا۔ پس تم ہر ایک بات میں اسلام کی تعلیم کو مدنظر رکھو۔ کہ اس میں تمہاری اور قوم کی کامیابی ہے:۔

میاں عبدالسلام صاحب خلف حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ نمائندہ ایسوسی ایشن نے فرمایا۔ ہمیں اللہ تعالےٰ کا شکر گذار ہونا چاہئے۔ کہ اس نے ہمیں ایسے زمانہ میں پیدا کیا جس میں اس نے اپنا اولوالعزم مسیح مبعوث فرمایا۔ جس کے لئے لوگوں کی آنکھیں ترس رہی تھیں۔ پھر ہمیں اس کی حمد کرنی چاہئے۔ کہ ہمارے اندر ایسے بزرگ موجود ہیں۔ جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پاک صحبت سے استفادہ کیا۔ اور آج ابتلاؤں کے زمانہ میں وہ ہماری راہنمائی کر رہے ہیں۔ دوسری قوموں کے نوجوانوں کو یہ بات حاصل نہیں جس کی وجہ سے وہ تباہ ہو رہے ہیں۔ پس ہمیں ان نصائح پر عمل کرنا چاہیئے۔ جو ہمیں ہمارے محترم بزرگوں نے کی ہیں۔ وہ ہم سے اس بات کی توقع رکھتے ہیں۔ کہ ہم دوسری قوموں کے نوجوانوں سے امتیاز پیدا کریں۔ اور احمدیت کا حقیقی نمونہ بنیں۔ ہمارے ذریعہ لوگ اسلام اور احمدیت کی طرف مائل ہوں۔ اور ان کے قلوب میں جذب پیدا ہو۔ نہ کہ نفرت:۔

زاں بعد ملک منظور الٰہی صاحب۔ سکرٹری ایسوسی ایشن نے انگریزی میں تقریر کی۔ جس میں مقرر حضرات کا شکریہ ادا کیا۔ اور جلسہ دعا پر برخاست ہوا۔ خاکسار علی محمد اجمیری

چندہ جلسہ سالانہ میں حضرت خلیفۃ المسیح کا عطیہ

اخراجات جلسہ سالانہ کے متعلق اسی اخبار میں حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کا جو خطبہ درج ہے۔ اس کی تعمیل میں لوکل انجمن احمدیہ قادیان نے چندہ کی فراہمی کا کام شروع کرنے سے قبل حضرت اقدس کی خدمت میں یہ امر پیش کیا۔ تو حضور نے فرمایا:۔

"میں دو سو روپیہ دیا کرتا ہوں۔ اس دفعہ انشاء اللہ تعالےٰ چار سو روپیہ دونگا۔ اور امید کرتا ہوں۔ کہ قادیان اور ضلع گورداسپور ساڑھے تین ہزار روپیہ جمع کرے گا"

لوکل انجمن کے زیر انتظام مختلف محلوں میں چندہ وصول کرنے کے لئے وفد بنائے گئے ہیں۔ جو نقد اور وعدوں کی صورت میں سرگرمی کے ساتھ چندہ وصول کر رہے ہیں۔ بیرونی اصحاب کو بھی چاہئے۔ کہ جلد اس طرف توجہ فرمائیں۔ اور اس موقعہ پر جب کہ مالی مشکلات درپیش ہیں۔ قربانی اور ایثار کا اعلیٰ نمونہ دکھائیں:۔

درخواست ہائے دعا

۱۔ قریباً ایک ماہ سے میری لڑکی بیمار ہے اس کی صحت کے لئے تمام احباب دعا کریں۔ خادمہ حامد خاتون

۲۔ میرے والد صاحب عرصہ پندرہ یوم سے بیمار ہیں۔ اور بے حد کمزور ہیں۔ احباب دعائے صحت کریں خاکسار ملک بشیر گل

۳۔ عاجز اور چند احمدی دوستوں نے ایف اے کمپارٹمنٹ کا امتحان دیا ہے۔ کامیابی کے لئے دعا فرمائی جائے۔ محمد عمر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الفضل

نمبر ۴۲ | قادیان دارالامان مورخہ ۲۲ نومبر ۱۹۲۹ء | جلد ۱۷

مسلمان متحد ہو کر کیا کر سکتے ہیں؟

نہرو رپورٹ میں پنجاب کے ہندو۔ مسلمانوں اور سکھوں کے حقوق کی جو نسبت قائم کی گئی ہے۔ اس کے خلاف سکھ تو شور مچا ہی رہے ہیں۔ ان کے خیال میں ہندوؤں کو بھی ایسا ہی کرنا چاہیئے۔ مگر ہندو خموش ہیں۔ بلکہ نہرو رپورٹ کی پورے زور سے حمایت کر رہے ہیں۔ اس کی وجہ اخبار اکالی ۲۵ اکتوبر کے نزدیک یہ ہے کہ "پنجاب کے ہندوؤں کو مسلمان تکلیف اور ایذا پہنچانے کی جرات نہ کر سکیں گے۔ کیونکہ ہندو دیگر صوبوں میں مسلمانوں سے انتقام لے سکتے ہیں۔ اور ساتھ ہی ہندوستان کی مرکزی حکومت میں ہندوؤں کی ہی کثرت ہوگی جو پنجاب گورنمنٹ کو بیجا کارروائی کرنے سے روک سکے گی"۔

لیکن دوسرے سکھ اخبار "شیر پنجاب" کے نزدیک ہندوؤں کے لئے یہ کوئی قابل اطمینان بات نہیں۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے:۔

"ہمیں یقین ہے۔ کہ جس دن مسلمانوں نے اتحاد کر لیا۔ مرکزی حکومت کی دھجیاں اُڑا دینگے اور ہندو انہیں تمام ہندوستان پر قابض ہو جانے سے ہرگز نہیں روک سکیں گے پنجاب میں سکھوں کے کچلے جانے کے بعد جس دن طبل جنگ پر چوٹ پڑی پنڈت اور لالاؤں کو آسمان کی چھت کے نیچے کہیں سر چھپانے کے لئے بھی جگہ نظر نہ آئے گی"۔

(شیر پنجاب ۳ نومبر)

ہندوؤں نے مسلمانوں کو کچلنے اور کمزور بنانے کے لئے جو انتظامات کر رکھے ہیں۔ ان کے متعلق ہمیں کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ مرکزی حکومت میں ہندوؤں کی اکثریت اور ہر صوبہ کے اندرونی معاملات میں مرکزی حکومت کی مداخلت انہی تباہ کن تجاویز میں سے ایک تجویز ہے جس کے خلاف مسلمان بڑے زور کے ساتھ آواز بلند کر رہے ہیں اور اسے منظور کرنا اپنے لئے تباہی اور بربادی کا باعث سمجھتے ہیں۔

کیا یہ صریح ظلم نہیں کہ پنجاب میں مسلمانوں کی اکثریت کو بے اثر بنانے اور مسلمانوں کو غیر مسلموں کے آگے جھکائے رکھنے کے لئے تو مرکزی حکومت اپنی ہندو اکثریت کا ڈنڈا تیار رکھے لیکن ہندوستان کے دوسرے صوبوں میں جہاں مسلمان بہت ہی قلیل تعداد میں ہیں۔ انکی حفاظت کا خیال [illegible] پر مرکزی حکومت ہندوؤں کی اکثریت کی بنا پر ہونے پر مسلمانوں سے انتقام لینے کے لئے اُٹھ کھڑی ہوگی۔ اور گورنمنٹ پنجاب کو ہر وہ کارروائی کرنے سے روک دیگی۔ جو اس کے ہندوانہ زاویہ نگاہ کے لحاظ سے "بیجا" ہوگی۔ تو بتایا جائے۔ ان صوبوں میں جہاں مسلمانوں کی بہت تھوڑی تعداد ہے۔ اور جہاں کی حکومت کلیتہً ہندوؤں کے ہاتھ میں ہوگی۔ وہاں کے مسلمانوں کی حفاظت کی کیا صورت ہوگی۔ ہندوؤں کا اپنی اکثریت اپنی دولت اپنے اثر اور رسوخ کی بنا پر قلیل التعداد مسلمانوں کے لئے عرصۂ حیات تنگ کر دینا کوئی ایسی بات نہیں۔ جو محض قیاسات کی دنیا سے تعلق رکھتی ہو۔ بلکہ اس کی تصدیق واقعات کرتے ہیں۔ اور اس حالت میں کرتے ہیں جبکہ ایک تیسری طاقت برسر اقتدار ہے۔ پس موجودہ حالت کو پیش نظر رکھتے ہوئے مسلمانوں کا حق ہے۔ کہ وہ ہندوؤں سے پوچھیں۔ جب تم لوگ پنجاب کے مسلمانوں کی اکثریت کے خیالی خطرہ کے لئے مرکزی حکومت کو اس لئے اس پر مسلط کرنا چاہتے ہو۔ کہ اس میں اپنی اکثریت کی وجہ سے جو چاہو کرالو۔ تو مسلمان آپ لوگوں کی صریح دست درازیاں دیکھتے ہوئے کیونکر اس طریق حکومت پر مطمئن ہو سکتے ہیں۔ جو خود آپ کا تجویز کردہ ہے۔

پس مسلمان کوئی ایسی بات ماننے کے لئے قطعاً تیار نہیں ہو سکتے۔ جو ان کے ملی اور ملکی حقوق کو خطرہ میں ڈالدے۔ اور ایک تجربہ شدہ قوم کے رحم پر چھوڑ دے۔ خواہ وہ بات نہرو جی پیش کریں یا گاندھی جی۔ لیکن انکی آواز میں قوت اور ان کی بات میں اثر اور ایسا اثر جو دوسروں کو اچھی طرح محسوس ہونے لگے۔ اور وہ مسلمانوں کو نظر تغافل کرنے کی جرأت نہ کر سکیں۔ اسی وقت پیدا ہوگا۔ جب مسلمان آپس میں متحد اور متفق ہو جائیں گے۔

اتحاد اور پھر مسلمانوں کا اتحاد کوئی ایسی چیز نہیں جس کے اثرات سے دنیا ناواقف ہو۔ پھر مسلمانوں نے بھی جب متحد ہو کر کسی طرف رُخ کیا۔ تو کوئی بڑی سے بڑی طاقت بھی ان کے سامنے نہ ٹھہر سکی۔ اور کوئی چیز ان کے ارادوں اور عزائم میں حائل نہ ہو سکی۔ اب بھی مسلمان اگر اپنے حقوق کی [illegible] کریں۔ تو کوئی قوم خواہ اسے اپنی کثرت پر کتنا ہی ناز ہو ان کے سامنے نہیں ٹھہر سکتی۔ یہی وجہ ہے۔ کہ سکھ اخبار شیر پنجاب بھی تسلیم کر رہا ہے۔ کہ

"جس دن مسلمانوں نے اتحاد کر لیا۔ مرکزی حکومت کی دھجیاں اُڑا دینگے اور ہندو انہیں تمام ہندوستان پر قابض ہو جانے سے ہرگز نہیں روک سکیں گے"

مسلمانوں کے متعلق یہ اندازہ نہ غلط ہے۔ اور نہ مبالغہ پر مبنی ہے۔ اگر انگریز ایک قلیل التعداد قوم ہوتے ہوئے ہندوستان کے کروڑوں انسانوں پر حکومت کر سکتے ہیں تو کوئی وقت آنے پر مسلمان کیوں حکمرانی نہیں کر سکتے۔ لیکن یہ سب کچھ اتحاد پر منحصر ہے۔ اور اسی کے فقدان کا یہ نتیجہ ہے کہ مسلمانوں کے حقوق معرض خطر میں پڑے ہوئے ہیں۔

کاش مسلمان مشترکہ اور متحدہ معاملات میں خواہ وہ دینی ہوں۔ یا دنیوی۔ سیاسی ہوں۔ یا ملی۔ ایسا اتحاد دکھائیں جو مسلمانوں کی شان کے شایاں ہے۔ اور جس نے دنیا میں عظیم الشان تغیر پیدا کر دیئے تھے۔ تاکہ جو کچھ ان کے اتحاد سے توقع کی جاتی ہے وہ پوری ہو جائے۔

اشاعت اناجیل

عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے۔ اور یہ خیال بے بنیاد بھی نہیں۔ کہ عیسائی دنیا اپنے مذہب کو اپنے لئے غیر تسلی بخش سمجھ کر چھوڑ رہی اور دہریت کی طرف مائل ہو رہی ہے لیکن باوجود اس کے عیسائی اپنے مذہب کی اشاعت کے لئے جس سرگرمی اور عملی کوشش کا ثبوت دے رہے ہیں۔ اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے۔ کہ برٹش اینڈ فارن بائبل سوسائٹی کی رپورٹ بابت ۱۹۲۸ء کے مطابق سوسائٹی مذکور نے بائبل کی ایک کروڑ گیارہ لاکھ نیشنل بائبل سوسائٹی نے ۴۰ لاکھ امریکن بائبل سوسائٹی نے ۹۰ لاکھ۔ اور باقی تبلیغی جماعتوں نے ۲۰ لاکھ جلدیں مفت شائع کیں۔

عیسائیت میں کوئی ذاتی کشش اور قوت جاذبہ مطلقاً نہیں۔ لیکن سیاسی مصالح کی بناء پر عیسائی اپنی تعداد میں اضافہ کے لئے جدوجہد میں کوئی فرق نہیں آنے دیتے اور من جدّ وجد کے مطابق کچھ نہ کچھ کامیابی بھی حاصل کرتے رہتے ہیں۔

کیا برادران اسلام عیسائیوں کی ان سرگرمیوں اور کوششوں سے کوئی سبق حاصل کرینگے۔ جب غیر اقوام دنیاوی مفاد کے پیش نظر اپنے مذاہب کی اشاعت میں اس قدر انہماک اور محویت کا اظہار کر رہی ہیں۔ تو مسلمانوں کو جو خدا تعالیٰ کے حکم کے ماتحت تبلیغ کے پابند ہیں۔ اور اس کے متعلق سستی انہیں قابل مواخذہ بنا سکتی ہے۔ خدا تعالیٰ کے حضور جانے سے قبل سوچ لینا چاہیئے کہ وہ اس عقوبت سے بچنے

سواراجیہ پراپتی کا ذریعہ

آریہ سماج جالندھر شہر کے سالانہ اجلاس کے موقعہ پر ڈاکٹر گوکل چند نارنگ نے اپنی تقریر کے دوران میں کہا :-

"جب تک مہرشی دیانند کے پروگرام پر دل سے عمل نہ ہو گا۔ سوراجیہ پراپتی مشکل ہے" (ملاپ ۱۰- اکتوبر)

"مہرشی دیانند" کا پروگرام کیا تھا۔ اس کے متعلق بہت لمبی چوڑی تشریحات کی ضرورت نہیں۔ ظاہر ہے۔ کہ جو شخص وید کے نہ ماننے والوں کو ملک سے نکال دینے کی تعلیم دے۔ اس کا پروگرام کسی غیر ہندو سے انسانی ہمدردی یا حسن سلوک کا متحمل نہیں ہوسکتا۔ اور ڈاکٹر صاحب کا اس پروگرام کی تکمیل کے بغیر "سواراجیہ پراپتی" کو مشکل قرار دینا ایک بار اور مسلمانوں کے متعلق ہندوؤں کے خوفناک ارادوں کو ظاہر کرتا ہے

مذہبی لحاظ سے "مہرشی دیانند کا پروگرام" نیوگ - مرد عورت کے خاص تعلقات کی تشریحات - لڑکے لڑکیوں کا ایک دوسرے کو منتخب کرنے کا طریق وغیرہ غیرت کش اور اخلاق سوز امور کو ہندوستان میں رواج دینا تھا۔ اور اگر "سواراجیہ پراپتی" اسی پر منحصر ہے۔ کہ ملک اس پروگرام پر پوری طرح عامل ہوجائے۔ تو یہ کبھی نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ خود دیانندی بھی ابھی تک کھلے طور پر ان احکام کی پابندی اختیار کرنے کی جرأت نہیں کرسکے ۔

کانگریس اور فریضۂ نماز

بمبئی پراونشل کانگریس کمیٹی نے نماز کے لئے التوائے اجلاس کی تحریک مسترد کر کے مسلمانوں کے ایک مذہبی حق کی جو توہین کی اور جس کی وجہ سے تمام مسلمانوں میں بجا طور پر ناراضگی کے جذبات پیدا ہوئے۔ اس کے متعلق کانگریسی ہندوؤں اور خاص کر لیڈروں کو صاف الفاظ میں ندامت کا اظہار کرتے ہوئے آئندہ کے لئے مسلمانوں کو اطمینان دلانا چاہیئے تھا۔ کہ اس قسم کی بے ہودگی کا پھر کبھی اعادہ نہ ہوگا۔ لیکن کس قدر افسوس کا مقام ہے۔ کہ ایک طرف تو تمام کانگریسی لیڈر چپ سادھے ہوئے ہیں۔ اور دوسری طرف ہندو اخبارات بمبئی کانگریس کمیٹی کی حمایت کا فرض ادا کرتے ہوئے مسلمانوں کو ڈانٹ رہے ہیں چنانچہ "ملاپ" ۱۴ نومبر لکھتا ہے:-

"کوئی ان تنگ دل مسلمانوں سے پوچھے۔ کہ کیا تم کانگریس سے یہ توقع رکھتے ہو۔ کہ وہ تمہارے غیر ضروری اور رجعت پسندانہ فرمانوں کی بھی تائید کرتی جائے۔ اگر تم صاف دلی سے کانگریس میں داخل ہوئے۔ تو پھر ڈھکوسلے پیش کرکے کانگریس کے وقار کو کم نہ کرو۔"

گویا مسلمانوں کا نماز پڑھنا غیر ضروری اور رجعت پسندانہ فعل ہے۔ اور اس کی ادائگی کے لئے وقت مانگنا ڈھکوسلہ ہے۔ ہم نہیں سمجھ سکتے۔ جو کانگریس مسلمانوں کے ایک نہایت اہم فریضہ کے متعلق یہ روش اختیار کرسکتی ہے۔ اس سے کسی اور بہتری کی کیونکر توقع کیجا سکتی ہے۔ اور کس طرح مسلمان اس میں شمولیت اختیار کرسکتے ہیں۔

استری کو دوسرے پتی کا ادھیکار

آریہ ایک طرف تو پنڈت دیانند کی تعریف و توصیف کے گیت گاتے ہوئے نہیں تھکتے۔ اور دوسری طرف ان کے صاف و صریح احکام کی نہ صرف خلاف ورزی کرنے میں مصروف رہتے ہیں بلکہ برسر عام ان کے خلاف مباحثات بھی کرنے لگ گئے ہیں۔ چنانچہ ۱۰- نومبر کے "پرکاش" میں شاہ آباد ضلع کرنال کے ایک "شاسترارتھ" کا ذکر ہے۔ جو اس امر پر تھا۔

"آریہ سماج ثابت کرے۔ کہ استری کو دوسرے پتی (خاوند) کا ادھیکار (حق) ہے۔ اور سناتن دھرم اس کا کھنڈن کرے"

"پرکاش" کا بیان ہے۔

"پنڈت منسارام جی اپدیشک آریہ پرتی ندھی سبھا پنجاب نے ویدسمرتیوں اور اتہاس (تاریخ) میں سے استری کو دوسرے پتی کے ادھیکار کے متعلق بہت سے پرمان دئیے"

ابھی چند ہی دن ہوئے۔ ایک دوسرے آریہ اخبار "ملاپ" نے لکھا تھا۔ کہ ویدک دھرم نے مرد و عورت کا رشتہ ایسا پختہ قرار دیا ہے۔ کہ وہ مرد کے مرنے کے بعد بھی نہیں ٹوٹتا۔ اب سوال یہ ہے اگر ویدوں۔ سمرتیوں وغیرہ میں بہت سے پرمان" عورت کو دوسرا خاوند کرنے کا حق دلا رہے ہیں۔ تو پھر مرنے کے بعد بھی خاوند بیوی کا رشتہ نہ ٹوٹنے کا کیا مطلب ہوا۔

لیکن اس سے بھی عجیب بات یہ ہے۔ کہ آریہ سماج کے بانی پنڈت دیانند استری کو دوسرے پتی کا ادھیکار دینے کے سخت خلاف ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں :-

"دوجوں میں عورت اور مرد کا ایک ہی بار بیاہ ہونا وید آدی شاستروں میں لکھا ہے۔ دوسری بار نہیں" (ستیارتھ صفحہ ۱۳۴)

"ایک ہی بار بیاہ" اور "دوسری بار نہیں" کا صاف مطلب یہ ہے۔ کہ پنڈت جی کے نزدیک نہ صرف استری کو دوسرے پتی کا ادھیکار نہیں۔ بلکہ پتی کو بھی دوسری استری کا ادھیکار نہیں ہے۔ لیکن سوال یہ ہے۔ کہ آریوں کی بات کو درست مانا جائے۔ جو یہ کہتے ہیں۔ کہ ویدوں سمرتیوں اور اتہاس میں استری کو دوسرے پتی کے ادھیکار کے متعلق بہت سے پرمان موجود ہیں۔ یا ان کے سوامی کی بات کو صحیح مانا جائے جس کے نزدیک ویدوں میں ایک ہی بار بیاہ لکھا ہے ۔ کیا آریہ صاحبان اس عقدہ کو حل کرکے دکھائیں گے ۔

آریہ ناستک ہیں

اسلامی مسائل کے متعلق جب ہماری طرف سے آریوں کو دندان شکن جواب دئے جاتے ہیں۔ تو وہ کہا کرتے ہیں۔ کہ احمدیوں کو چونکہ مسلمان نہیں سمجھا جاتا۔ اس لئے انہیں کوئی حق نہیں۔ کہ اسلام کی طرف سے جواب دیں۔ اگرچہ یہ ان کی محض بہانہ سازی ہوتی ہے۔ کیونکہ سوائے بعض متعصب اور بغض و عداوت میں گرفتار ہونے والے لوگوں کے تمام مسلمان ہماری جماعت کا غیر مسلموں کے مقابلہ میں اسلام کی طرف سے پیش ہونا بنظر استحسان دیکھتے اور اس کے متعلق ہم سے خود خواہش کرتے رہتے ہیں۔ لیکن اگر احمدی اس وجہ سے اسلام کے نمائندے نہیں کہلا سکتے۔ کہ کچھ کوتاہ اندیش اور کم فہم لوگ انہیں مسلمان قرار نہیں دیتے۔ تو ہم پوچھتے ہیں۔ آریوں کو ویدک دھرم کے قائم مقام کہلانے کا کیا حق ہے۔ جبکہ ویدک دھرمی انہیں ناستک (منکر ایشور) بتاتے ہیں ۔

شاہ آباد میں دوسرا مضمون جس پر آریوں سے مباحثہ کیا گیا یہ تھا۔ کہ "آریہ سماج ناستک مت ہے" اور یہ کہ "آریہ سماج اپنے آپ کو آستک یعنی ایشور اور ویدوں کو ماننے والا ثابت کرے"

("پرکاش ۱۰- نومبر ۱۹۲۹ء)

آریہ صاحبان ایشور اور ویدوں کو ماننے کا ثبوت دے سکے یا نہیں۔ اس کا پتہ تو انہی لوگوں سے لگ سکتا ہے جنہوں نے آریوں سے یہ مطالبہ کیا۔ لیکن یہ تو صاف ظاہر ہے کہ راسخ الاعتقاد ہندو انہیں ایشور اور ویدوں کے منکر قرار دیتے ہیں۔ اب آریوں کو چاہیئے۔ کہ وہ اس وقت تک ویدوں اور ویدک ایشور کی حمایت میں ایک لفظ بھی اپنے مونہہ سے نہ نکالیں۔ جب تک انہیں آستک ہونے اور ویدوں کے ماننے کا سرٹیفکیٹ ہندوؤں کی طرف سے نہ مل جائے ۔

پنجاب ٹیکسٹ بک کمیٹی کے انعام

پنجاب میں مؤلفوں اور مصنفوں کی حوصلہ افزائی کے لئے ایک فنڈ قائم ہے۔ جس میں سے اس صوبہ کی دیسی زبانوں کے اہل قلم اصحاب کو مفید اور عمدہ کتابیں لکھنے پر انعامات دئے جاتے ہیں۔ گذشتہ سال جن کتب کے مصنفین کو قابل انعام قرار دیا گیا۔ ان میں سے صرف ایک مسلمان اور تین غیر مسلم ہیں۔ اس امر کو مدنظر رکھتے ہوئے کہ پنجاب میں نہ صرف بلحاظ تعداد مسلمانوں کو اکثریت حاصل ہے۔ بلکہ وہ اردو کی ترقی کے لئے بہت کچھ کوشش کر رہے ہیں۔ اور آج پنجاب کا دارالسلطنت لاہور اردو کا مرکز سمجھا جاتا ہے۔ صرف ایک مسلمان کا انعامات کے انتخاب میں آنا بہت افسوسناک ہے۔ ممکن ہے۔ اس کی کوئی ایسی وجہ بھی ہو۔ جس کا ازالہ مسلمانوں کے لئے ناممکن ہو۔ لیکن بڑی وجہ ان کی بے توجہی اور لاپرواہی نظر آتی ہے۔ وہ کمیٹی کے معیار کو مدنظر رکھ کر تصانیف کی طرف خاص توجہ نہیں کرتے۔ اور اس وجہ سے اس مقابلہ میں بھی بہت پس ماندہ ہیں۔ حالانکہ ایسے مقابلوں میں نمایاں کامیابی حاصل کرنے سے نہ صرف انہیں ذاتی طور پر فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ اور اچھی شہرت حاصل ہوسکتی ہے۔ بلکہ قوم میں ترقی اور مسابقت کی روح بھی پیدا ہوتی ہے۔ اور غیر اقوام پر قابلیت کا سکہ بیٹھتا ہے ۔

مسلمانانِ پنجاب کو چاہیئے۔ اس طرف توجہ کریں۔ اور اس مقابلہ میں اپنی نمایاں کامیابی ثابت کریں۔ یہ انعام صرف اس صوبہ کے رہنے والوں کو دئے جاتے ہیں۔ اور صرف چیدہ اور خاص تعریف کے قابل کتابوں کے لئے دئے جاتے ہیں۔ ترجمے جب تک غیر معمولی اور انوکھی قابلیت کے نہ ہوں۔ انتخاب انعام

میں نہیں آسکتے۔ انتخاب انعام کے متعلق کمیٹی نے چند قواعد و ضوابط مرتب کئے ہوئے ہیں۔ جن کی نقل دفتر پنجاب ٹیکسٹ بک کمیٹی سے مل سکتی ہے۔ کمیٹی ایسی تصانیف پر غور نہیں کرتی جن میں سیاسی اور متنازع معاملات پر بحث و مباحثہ ہو۔ یا جن میں کسی خاص فرقہ وار آیا سیاسی متنازعہ معاملات پر بحث کی گئی ہو۔ یا جو درسی کتابیں ہوں۔ یا جن کا کسی خاص پیشہ سے تعلق ہو۔ ترجیح ایسی کتب کو دی جاتی ہے۔ جو عوام الناس کے واسطے مفید ہوں۔ اور جو عام فہم سائنس۔ تاریخ۔ سوانح عمری سے تعلق رکھتی ہوں۔ یا جن کا مدعا یہ ہو۔ کہ مدرسوں کے بچوں کے لئے آسان۔ مفید اور دلچسپ علم ادب مہیا کیا جائے۔ یا جو خاص طور پر لڑکیوں کے لئے لکھی گئی ہوں ؂

ہر سال ماہ جنوری میں ٹیکسٹ بک کمیٹی کتب موصولہ پر غور کیا کرتی ہے۔ اب کے ۲ جنوری ۱۹۳۰ء تک کتابیں دفتر میں آنی چاہئیں۔

مسلمانوں کی کتابوں کے متعلق لالہ لاجپت رائے کا بیان

"ملاپ" کے "لاجپت رائے ایڈیشن" (۱۷- نومبر) میں بھائی پرمانند نے لالہ صاحب کی ایک آخری ایام کی چٹھی کا ذکر کرتے ہوئے اس کا حسب ذیل اقتباس شایع کرایا ہے:-

لالہ جی کہتے ہیں۔ "اس قید کے دوران میں میں نے مسلمانوں کی کتابوں کو پڑھا ہے۔ ان کو پڑھنے سے میرا یقین ہو گیا ہے کہ جب تک مسلمان لوگ ان کتابوں پر اتفاق رکھتے ہیں۔ ان کا کبھی ہندوؤں سے اتحاد نہ ہوگا!!"

وہ لوگ جنہوں نے ویدوں کے متعلق لالہ جی کی رائے کو ٹھکرا دیا۔ حالانکہ لالہ جی مسلمانوں کی کتابوں کی نسبت ویدوں کے متعلق رائے قائم کرنے کے زیادہ اہل تھے۔ اور مدت دراز تک ویدوں کے گن گاتے رہے تھے۔ ان کے لئے یہ کوئی مناسب بات نہیں۔ کہ مسلمانوں کے سامنے لالہ جی کا بیان پیش کریں اور وہ بھی اس وقت جبکہ لالہ جی دنیا سے گذر گئے۔ لیکن اگر اس کا یہ مطلب ہے۔ کہ ہندو مسلمانوں سے اس وقت تک اتحاد نہیں کر سکتے۔ جب تک مسلمان اپنی مذہبی کتب سے دست بردار نہ ہو جائیں۔ تو انہیں یاد رکھنا چاہیئے مسلمان قطعاً اس کے لئے تیار نہ ہونگے۔ اور ایسے اتحاد کو اپنے مذہب کے مقابلہ میں پرکاہ جتنی وقعت بھی نہیں دینگے ؂

بات یہ ہے۔ کہ ہندو چونکہ خود اپنے مذہب کو موم کی ناک سمجھتے ہیں۔ اور جدھر چاہتے ہیں۔ موڑ لیتے ہیں۔ اس لئے وہ چاہتے ہیں۔ کہ مسلمان بھی یہی طریق اختیار کریں۔ لیکن اسلام چونکہ فطرت کے عین مطابق ہے۔ اور اس کے احکام پر چل کر روحانی اطمینان کے علاوہ دنیوی شان و شوکت بھی حاصل ہو سکتی ہے۔ اس لئے مسلمان اپنے مذہب کو بازیچۂ اطفال بنانے کے لئے تیار نہیں ہو سکتے۔ اور نہ ہندوؤں کو ایسا کرنے کی اجازت دے سکتے ہیں ؂

اشارات

اخبار "زمیندار" یوں تو قدم قدم پر بدتہذیبی کا شکار ہوتا رہتا ہے۔ لیکن جب ہمارے خلاف بے ہودہ سرائی پر اترتا ہے۔ تو اس وقت اُسے قطعاً" سر پیر کی خبر نہیں رہتی۔ ۱۴- نومبر کے بہرہ خرافات میں "زمیندار" اپنے سوقیانہ طرز کلام کی نمائش کرتا ہوا لکھتا ہے:-

"جماں قادیانیت" کے منفتداؤں نے ایک طرف اپنے عقل کے اندھے اور گانٹھ کے پورے مریدوں کو یہ حکم دے رکھا ہے۔ کہ وہ غلامانِ محمدؐ کا جنازہ تک نہ پڑھیں۔ وہاں ساتھ ہی ان پیٹ کے پجاریوں نے انہیں یہ بھی کہہ رکھا ہے۔ کہ اگر کسی مسلمان کی جیب پر یا اس کے دستر خوان پر ڈاکہ ڈالنے کا موقعہ مل جائے۔ تو وہ اسے کافر سمجھنے کے باوجود اس کافر کے مال سے تمتع اندوز ہونے یا اس کے طعام کو حلال و طیب سمجھ کر اپنے واسطے شکم کا ایندھن بنانے میں تامل نہ کریں۔ مرزائیت کی یہی تعلیم ہے" ؂

لیکن اس کے معاً بعد ایک اہلحدیث اور ایک احمدی کے یکجا کھانا کھانے کا ذکر کرتا ہوا رقمطراز ہے:-

"دیکھئے موسیو مرزا اپنے سب سے بڑے مبلغ کے اس فعل کی کیا تاویل کرتے ہیں۔ جنہوں نے پلاؤ کے چند لقموں کے لئے اپنے ہادی و مرشد اور ولی نعمت کے احکام کو پس پشت ڈال دیا۔ اور دنیا پر ثابت کر دیا۔ کہ بڑے سے بڑا مرزائی مرزائیت کے کسی اصول کو معمولی سے معمولی حظ نفس کے لئے قربان کر سکتا ہے"؂

صداقت ظاہر ہے۔ کہ اگر پہلی سطور کا مفہوم درست ہے۔ تو یہ جو کچھ کہا گیا ہے۔ سراسر لغو اور بے ہودہ ہے۔ اور اگر یہ درست ہے۔ تو اس سے قبل جو کچھ کہا گیا۔ وہ بکواس ہے۔ کیونکہ دونوں عبارتیں ایک دوسری کے ضد واقعہ ہیں۔ کیا "زمیندار" ان میں تطبیق کر کے دکھا سکتا ہے ؂

سمجھ میں نہیں آتا۔ ایک احمدی کے ایک غیر احمدی کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھانے پر "زمیندار" نے کس عقل و فکر کی رو سے اعتراض کیا۔ اور اُسے "اپنے ہادی و مرشد کے حکم کے خلاف" بتاتا ہے۔ جب ہم احمدی لڑکے کی غیر احمدی لڑکی سے شادی جائز سمجھتے ہیں تو ساتھ بیٹھ کر کھانے میں کیا حرج ہے۔ اسلام نے اس قسم کے معاشرتی تعلقات سے منع نہیں کیا۔ بلکہ عیسائیوں اور یہودیوں تک سے ایسے تعلقات رکھنے کی اجازت دی ہے۔ اور کوئی غیر احمدی خواہ احمدیت کا کتنا ہی مخالف ہو۔ ہم اسے ایک یہودی اور عیسائی کے مقابلہ میں اچھا ہی سمجھتے ہیں ؂

کیا "زمیندار" کو تھوڑے ہی عرصہ کی یہ بات یاد نہیں۔ کہ وہی "جمعیۃ العلماء" جسے اس نے اپنے اسی پرچہ میں "مسلمانانِ ہند کے دینی تحفظ کی ذمہ وار" قرار دیا ہے۔ اس کے صدر اور ناظم صاحب وائسرائے اور دیگر عیسائی ہندو اصحاب کے ساتھ ایک مجلس میں چائے اور مٹھائی کی دعوت اڑا چکے ہیں۔ اگر ان کا یہ فعل خلاف اسلام نہیں۔ تو کسی احمدی کا کسی غیر احمدی کے ساتھ بیٹھ کر کھانا بھی خلاف احمدیت نہیں۔ کیونکہ احمدیت حقیقی اسلام کا ہی نام ہے ؂

مولوی ثناء اللہ صاحب اپنی کور باطنی سے مجبور ہو کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف زبان طعن دراز کرتے ہوئے بعض اوقات آپ کا کوئی ایک آدھ اُردو فقرہ غلط بتانا اور اس پر تمسخر اڑانا اپنا کمال سمجھا کرتے ہیں۔ حالانکہ اردو ایک ایسی زبان ہے۔ جس میں نت نئے تغیرات ہوتے رہتے ہیں۔ آج سے چند سال قبل کی اُردو اور آج کی اردو میں کئی تبدیلیاں ہو چکی ہیں۔ اور کوئی سمجھدار ان تبدیلیوں کو مدنظر رکھکر کسی سابقہ تحریر پر اعتراض نہیں کر سکتا۔ لیکن مولوی ثناء اللہ صاحب کو اس سے کیا۔ انہیں تو مخالفت سے غرض ہے۔ خواہ اس کی بنا کیسی ہی نامعقولیت پر ہو ؂

لیکن باوجود اس کے خود مولوی صاحب کی اُردو دانی کی جو حقیقت ہے۔ وہ اس سے ظاہر ہے۔ کہ ان کا کوئی مخالف نہیں۔ بلکہ دلی دوست اور محب خالص جس کے بل بوتے پر انہیں "سردار اہلحدیث" کا منصب حاصل ہوا تھا۔ یعنی "مولانا ابراہیم سیالکوٹی" وہ بھی ان کی اردو دانی کا ماتم کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

چنانچہ مولوی صاحب موصوف نے اپنے ایک مضمون میں جو انہوں نے شارہ ابل کے متعلق مولوی ثناء اللہ صاحب کے جواب میں لکھا۔ "مولانا ثناء اللہ امرتسری کی چھ افسوسناک غلطیاں" گنانے کے علاوہ ایک فقرہ کے متعلق نہایت عمدگی سے داد فصاحت دی ہے۔

مولوی ثناء اللہ صاحب نے لکھا تھا۔ "کسی ایسے کام میں جو ابتدائً معمولی جواز کی صورت میں ہو۔ مگر بوجہ پیدا ہونے خرابیوں کے اس پر حکومت کی طرف سے پابندی لگا دینا جائز ہے"۔

اس فصیح و بلیغ فقرہ کے متعلق "مولانا ابراہیم سیالکوٹی" فرماتے ہیں۔ "سبحان اللہ۔ کیا مربوط کلام ہے۔ اور حفظ مگر کیسے عمدہ موقعہ پر رکھا ہوا ہے"۔ مولانا نے یہ ایسی گرفت کی۔ کہ مولوی ثناء اللہ صاحب آجتک اس کا کوئی جواب نہیں دے سکے۔ اور دے بھی کیا سکتے ہیں لیکن سوال یہ ہے۔ کہ جس شخص کی تحریر خود اپنوں کی نظر میں نہیں۔ بلکہ اپنوں کی نگاہ میں یہ حیثیت رکھتی ہے کس مونہہ سے ایک ایسے

جلسہ سالانہ اور عام مالی ضروریات پورا کرنیکا انتظام کیا جائے

از حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز

فرمودہ ۱۵ نومبر ۱۹۲۹ء

سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

گو میرا ارادہ تو یہ تھا۔ کہ میں ایک اور مضمون کے متعلق آج کے خطبہ میں بیان کرونگا۔ لیکن پرسوں مجھے اچانک معلوم ہوا کہ اس سال ابھی تک جلسہ سالانہ کے متعلق کوئی تحریک نہیں ہوئی اور کارکنوں نے یہ خیال کر لیا ہے۔ کہ چونکہ شروع سال میں ایک دفعہ جماعت کو تحریک کی جا چکی ہے اس لئے وہی کافی ہے اگر کسی ہستی کی ایک دفعہ کی ہوئی تحریک کافی ہو سکتی ہے۔ تو میں سمجھتا ہوں کسی کو بھی اس سے انکار نہیں ہو سکے گا کہ وہ

اللہ تعالیٰ کی ہستی

ہی ہو سکتی ہے لیکن تجربہ ہمیں بتاتا ہے۔ انبیاء کی بعثت ہمیں بتاتی ہے۔ اور خود اللہ تعالیٰ کا بیان ہمیں بتاتا ہے۔ کہ خدا تعالیٰ کی تحریک بھی ایک ہی دفعہ کامیاب نہیں ہو جاتی۔ اسکی وجہ یہ نہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ کی تحریک کمزور ہوتی ہے یا معقول نہیں ہوتی۔ یا لوگوں کے دل اسکی قبولیت کے لئے تیار نہیں ہوتے یا وہ انسانوں کی سمجھ یا ان کی لیاقتوں سے بالا ہوتی ہے۔ یا اس میں لوگوں کو اپنی طرف کھینچنے کی طاقت کم ہوتی ہے۔ کیونکہ اگر کوئی تحریک صحیح معنوں میں معقول ہو سکتی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ ہی کی تحریک ہے۔ اگر کوئی تحریک دلوں کو اپنی طرف کھینچنے والی ہو سکتی ہے۔ تو وہ اللہ تعالیٰ ہی کی تحریک ہے۔ اور اگر کوئی ایسی تحریک ہو سکتی ہے جس پر عمل کرنا طبائع پر بوجھل نہ ہو۔ اور اگر کوئی ایسی تحریک ہو سکتی ہے۔ جو انسان کو اس کی ادنیٰ حالت سے اوپر اُٹھا لے۔ تو وہ اللہ تعالیٰ ہی کی تحریک ہے۔ لیکن باوجود اس کے خدا تعالیٰ کی تحریک بھی ایک ہی دفعہ کامیاب نہیں ہو جاتی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ

انسان ایسے رنگ میں پیدا ہوا ہے

کہ ہزارہا چیزیں اسے اپنی طرف کھینچنے کے لئے موجود ہیں۔ اسے پانچ حواس دیئے گئے ہیں۔ جن سے دنیا ہر وقت اسے اپنی طرف متوجہ کر رہی ہے۔ اور اس پر کوئی وقت ایسا نہیں آتا۔ جبکہ کوئی چیز اسے چھو کر اپنی طرف متوجہ نہ کر رہی ہو۔ یا کوئی خوشبو یا بدبو اس کے دماغ میں سے گذر کر اسے اپنی طرف نہ کھینچ رہی ہو۔ حتیٰ کہ جس وقت انسان محسوس کرتا ہے۔ کہ وہ کچھ محسوس نہیں کر رہا۔ اس وقت بھی وہ محسوس کر رہا ہوتا ہے۔ بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ جس وقت انسان کو یہ خیال ہو کہ وہ کچھ محسوس نہیں کر رہا۔ اس وقت وہ سب سے زیادہ محسوس کر رہا ہوتا ہے۔ کیونکہ احساسات کی کثرت حس کو کمزور کر دیتی ہے۔ اور جب احساسات کی کثرت ہو تو دماغ میں ایک قسم کی پراگندگی پیدا ہو جاتی ہے۔ اس لئے قلت احساس کے وقت ہی انسان ٹھیک طور پر کسی بات کی طرف متوجہ ہو سکتا ہے پس ہر وقت

انسان کو مختلف چیزیں اپنی طرف کھینچ رہی ہیں

کبھی اس کی آنکھوں کے ذریعہ سے کبھی ناک کے ذریعہ اور کبھی کانوں کے ذریعہ سے کبھی گرمی سردی محسوس کرنے والے اعصاب کے ذریعہ سے اور کبھی سختی نرمی محسوس کرنے والے اعصاب کے ذریعہ سے۔ غرضکہ بہت سے ذرائع ہیں۔ جو انسان کو اپنی طرف متوجہ کر رہے ہیں۔ اور ان کی وجہ سے انسان کی نظر محتاج ہے کہ اسے حقیقی مدنظر پر کوئی اور توجہ دلائے اس کے کان محتاج ہیں کہ وہی سُر اسے سنائی جائے جس کا سُننا اس کا

اصل مقصود

ہے۔ اسکی زبان محتاج ہے کہ وہی مزا اسے چکھایا جائے جس کا چکھنا اسکے لئے مفید ہے اور اسکی ناک محتاج ہے کہ اسے وہی خوشبو سونگھائی جائے جس کا سونگھنا اس کے لئے موجب برکت ہے اس لئے

خدا تعالےٰ اور انبیاء کی تحریکوں میں تکرار

بہت ہوتا ہے بلکہ کوئی نبی ایسا نہیں گذرا جس پر یہ اعتراض نہ کیا گیا ہو کہ اس کی باتوں میں تکرار بہت ہے۔ اور اس لئے اس کے کلام میں بے لطفی پیدا ہو جاتی ہے۔ اس وقت چھ سات آسمانی صحائف دنیا میں موجود ہیں۔ اور ایک مامور ابھی ہم میں گذرا ہے اسکی کتابیں دیکھی جائیں۔ تو ان سب میں تکرار پایا جاتا ہے۔ وید پر اعتراض کیا گیا ہے کہ اس میں وہی شلوک بار بار آتے ہیں۔ گو اس کے ماننے والے وید کو نظر انداز کر کے قرآن کریم پر یہ اعتراض کرتے ہیں۔ کہ اس میں تکرار بہت ہے۔ حالانکہ قرآن کریم میں صرف مطالب کی تکرار ہے اور ویدوں میں لفظوں کی تکرار ہے تو تمام الہامی کتابوں میں تکرار ہے۔ اور تمام

انبیاء پر تکرار کا الزام

لگایا گیا۔ اس زمانہ کے موعود پر بھی یہ اعتراض کیا گیا۔ کہ اسکی تقریر پھیکی ہوتی ہے۔ کیونکہ اس میں تکرار بہت ہوتا ہے۔ پھر انبیاء کے قائم مقاموں پر بھی یہ اعتراض کیا جاتا ہے۔ چنانچہ مجھ پر بھی اعتراض ہوتا ہے لیکن مجھے بُرا معلوم نہیں ہوتا۔ بلکہ خوشی ہوتی ہے کہ چلو ہم بھی اُن لوگوں کے مشہیدوں میں شامل ہو گئے۔

ایک دفعہ ایک شخص نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے سوال کیا کہ آپ کے کلام میں تکرار بہت ہوتا ہے اس کی کیا وجہ ہے۔ آپ نے اس کا نہایت ہی لطیف جواب دیا۔ فرمایا اگر ایک دفعہ کہنے سے لوگ ہماری بات مان جائیں۔ تو ہم پھر اس کا تکرار نہ کریں لیکن چونکہ وہ مانتے نہیں۔ اس لئے ہمیں بھی وہ بات دوہرانی پڑتی ہے۔ درحقیقت تکرار

انسان کو بیدار کرنے کے لئے

جو ضروری سامان ہیں۔ ان میں سے ایک سامان ہے۔ اور تکرار کو ترک کرنا اور اسے غیر ضروری قرار دینا فطرت انسانی اور اس وسیع تجربہ کو جو آدم سے لیکر اسوقت تک کا ہے جھٹلاتا ہے۔ بلکہ خود فطرت انسانی کے پیدا کرنے والے کے علم سے ناواقفیت کی دلیل ہے۔

میرے نزدیک یہ سخت غلطی ہوئی ہے اور ایسے

غفلت مجرمانہ

کہنا چاہیئے۔ کہ جلسہ سالانہ کے متعلق ابھی تک تحریک نہیں کی گئی۔ جلسہ سالانہ ایسے امور میں سے ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہمارے سلسلہ کی زندگی کو قائم رکھنے کے لئے ارشاد فرمائے ہیں۔ اور آپ نے اسے خدا تعالیٰ کی طرف سے

القاء اور الہام کی بناء پر

قائم کیا ہے۔ جیسا کہ کئی ایک الہامات سے ظاہر ہے۔ مثلاً آپکو الہاماً حجر اسود کہا گیا ہے۔ پھر

بیت اللہ

قرار دیا گیا ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ جب کسی انسان کو خدا کی طرف سے حجر اسود یا بیت اللہ کہا جائے۔ تو اس کے یہ معنے نہیں ہوتے کہ وہ پتھر ہو گیا۔ بلکہ یہ ہوتے ہیں کہ جو باتیں ان سے وابستہ ہیں۔ وہی اس کے ساتھ ہونگی۔ جس طرح ہر سال چاروں طرف سے لوگ حجر اسود اور بیت اللہ کے گرد جمع ہوتے

ہیں۔ اسی طرح اس کے پاس اور اس کے مقرر کردہ مقام میں آئینگے۔ اور جو لوگ ہر سال جلسہ کے لئے یہاں آتے ہیں۔ وہ ان

الہامات کو پورا کرنے والے

ہیں۔ اصل میں بیت اللہ وہی ہے۔ جسے خدا تعالےٰ نے ازل سے بیت اللہ قرار دیا۔ اور حجر اسود بھی وہی ہے۔ جو بیت اللہ میں ہے لیکن یہ صرف مشابہت کی وجہ سے حضور علیہ السلام کے نام رکھے گئے۔ جیسے مسیح ناصری تو وہی ہے۔ جو ناصرہ میں پیدا ہوا۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کا نام بھی مشابہت کی وجہ سے مسیح رکھا گیا۔ نادان حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر اعتراض کرتے ہیں۔ کہ آپ حج کے قائل نہ تھے۔ اور بیت اللہ کی آپ توقیر نہیں کرتے تھے۔ حالانکہ سوچنا چاہیئے۔ کہ جو شخص اپنے آپ کو بیت اللہ کہتا ہے۔ وہ بیت اللہ کی بہت بڑی عزت اور تکریم دل میں رکھتا ہے۔ نہ یہ کہ اس کے دل میں بیت اللہ کی عظمت نہیں ہے۔ اسی طرح نادانوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السّلام پر یہ اعتراض کیا۔ کہ آپ نے حضرت مسیح علیہ السلام کو گالیاں دی ہیں۔ لیکن اتنا نہیں سوچتے۔ جو شخص اپنے آپ کو مسیح کہتا ہے۔ وہ مسیح کو گالیاں کیسے دے سکتا ہے۔ پس جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک طرف یہ فرماتے ہیں۔ کہ میں دنیا پر

نیکی اور تقدیس کا نمونہ

ہوں۔ اور دوسری طرف اپنے آپ کو حجر اسود۔ بیت اللہ یا مسیح کہتے ہیں۔ تو اس کے صاف معنے یہ ہیں۔ کہ ان سے اپنے آپ کو تشبیہ دیکر اپنی برکات کا اظہار کرنا چاہتے ہیں۔ مثلاً جب کوئی کہے۔ کہ میں رستم ہوں۔ تو اس کے یہی معنے ہونگے۔ کہ وہ رستم کی بہادری کا قائل ہے۔ یا کوئی اپنے آپ کو حاتم طائی بتائے۔ تو اس کا یہی مطلب ہوگا۔ کہ وہ حاتم طائی کی سخاوت کا معترف ہے۔ تو ناوانوں اور حقیقت نہ سمجھنے والوں نے اعتراض کیا۔ حالانکہ سمجھ لینا چاہیئے تھا۔ کہ آپ کے دل میں ان چیزوں کی بہت عزت ہے۔ وگرنہ اپنے آپ کو ان سے کبھی تشبیہ نہ دیتے۔

غرض سالانہ جلسہ خدا تعالےٰ کا نشان ہے۔ اور خدا کی طرف سے ہمارے

سلسلہ کی ترقی

کے سامانوں میں سے ایک سامان ہے جس کی ایک دلیل تو یہ ہے۔ کہ جو غیر احمدی دوست جلسہ پر آتے ہیں۔ ان میں سے اکثر بیعت کر کے ہی واپس جاتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ جلسہ سے کچھ ایسی برکات وابستہ ہیں۔ کہ جو لوگ اسے دیکھتے ہیں وہ متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ پس ایسی مفید تحریک کے متعلق ایسی غلطی اور غفلت نہایت ہی افسوس کا موجب ہے۔ اسی لئے میں نے اپنے ارادہ کو بدل کر چاہا۔ کہ

اس تحریک کا ثواب

میں خود ہی حاصل کروں۔

جو لوگ یہاں رہتے ہیں۔ وہ اس امر سے بخوبی واقف ہیں۔ کہ قحط سالی طغیانی اور دیگر آسمانی بلاؤں کے باعث

جماعت کی مالی حالت

کمزور ہے۔ اور اس وقت قریبًا باون ہزار کے بل واجب الادا ہیں۔ تین تین ماہ کی تنخواہیں بعض کارکنوں کو ابھی تک نہیں ملیں۔ مجھے ان محکموں پر سخت افسوس ہے۔ جنہوں نے جماعت کو اس حالت سے آگاہ نہیں کیا۔ انہیں چاہیئے تھا۔ اخباروں میں اس کے متعلق تحریک کرتے۔ اور اگر وہ کوشش کرتے۔ تو مجھے یقین ہے۔ کہ جماعت میں ایسے مخلصین موجود ہیں۔ جو ضرور آگے آتے۔ اور اس حالت کو بدلنے کی کوشش کرتے۔ لیکن سستی کارکنوں کی ہے۔ جنہوں نے اس طرف جماعت کو متوجہ نہیں کیا۔ شائد وہ دشمنوں کے اس پروپیگنڈا سے ڈر گئے۔ کہ احمدی چندے دیتے دیتے تھک گئے ہیں۔ حالانکہ

مومن دشمنوں کی باتوں سے ڈرا نہیں کرتا

آں راکہ حساب پاک است۔ از محاسبہ چہ باک۔ — اس میں کیا شبہ ہے۔ کہ بعض ایسے حالات کی وجہ سے جو ہمارے قبضہ اقتدار سے باہر ہیں۔ ہمیں مالی مشکلات کا سامنا ہوا ہے لیکن یہ مشکلات سب کے لئے ہیں۔ حتیٰ کہ حکومت پر بھی اس کا اثر ہوا ہے۔ اور اسے بھی لگان اراضی معاف کرنا پڑا ہے۔ پس ایسے نازک وقت میں ہمارے کاروبار کا چلتے جانا ہمارے ایمان کی علامت ہے۔ نہ کہ تھکنے کی۔ اور اگر تھک بھی گئے ہوں۔ تو دشمن کے خوف سے ہمیں اس کے علاج کا طریقہ نہیں چھوڑ دینا چاہیئے۔ پس ہمیں مخالفوں کے اعتراضات سے قطعًا نہیں ڈرنا چاہیئے۔ کیونکہ یہ خدا کا کام ہے۔ اور اعتراضات خدا تعالےٰ کے کام کو کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتے۔

ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ایک شخص نے کہا۔ کہ میں آپ کا بہت مداح ہوں۔ لیکن

ایک بہت بڑی غلطی

آپ سے ہوئی۔ آپ جانتے ہیں۔ علماء کسی کی بات نہیں مانا کرتے کیونکہ وہ جانتے ہیں۔ اگر مان لی۔ تو ہمارے لئے موجب ہتک ہوگی لوگ کہیں گے یہ بات فلاں کو سوجھی ہمیں نہ سوجھی۔ اس لئے ان سے منوانے کا یہ طریقہ ہے۔ کہ ان کے منہ سے ہی بات نکلوائی جائے۔ جب آپ کو وفات مسیح کا مسئلہ معلوم ہوا تھا۔ تو آپ کو چاہیئے تھا۔ چیدہ چیدہ علماء کی دعوت کرتے۔ اور ایک میٹنگ کر کے یہ بات ان کے سامنے پیش کرتے۔ کہ عیسائیوں کو حیات مسیح کے عقیدہ سے بہت مدد ملتی ہے۔ اور وہ اعتراض کر کے اسلام کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ تمہارا نبی فوت ہوگیا۔ اور ہمارے مذہب کا بانی آسمان پر ہے۔ اس لئے وہ افضل بلکہ خود خدا ہے۔ اس کا کیا جواب دیا جائے۔ اس وقت علماء یہی کہتے۔ آپ ہی فرمایئے اس کا کیا جواب ہے۔ آپ کہتے۔ کہ رائے تو دراصل آپ لوگوں کی ہی صائب ہو سکتی ہے۔ لیکن میرا خیال ہے۔ کہ فلاں آیت سے حضرت مسیح کی وفات ثابت ہو سکتی ہے۔ علماء فورًا کہہ دیتے۔ کہ یہ بات ٹھیک ہے۔ بسم اللہ کر کے اعلان کیجئے۔ ہم تائید کے لئے تیار ہیں۔ پھر اسی طرح یہ مسئلہ پیش ہو جاتا۔ کہ حدیثوں میں مسیح کی دوبارہ آمد کا ذکر ہے۔ مگر جب مسیح علیہ السلام فوت ہو گئے۔ تو اس کا کیا مطلب سمجھا جائیگا۔ اس پر کوئی عالم آپ کے متعلق کہہ دیتا۔ آپ ہی مسیح ہیں۔ اور تمام علماء نے اس پر مہر تصدیق ثبت کر دینی تھی۔

یہ تجویز سن کر حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا۔ اگر میرا دعویٰ

انسانی چال

سے ہوتا۔ تو میں بے شک ایسا ہی کرتا۔ مگر یہ خدا کے حکم سے تھا۔ خدا نے جس طرح سمجھایا۔ اسی طرح میں نے کیا۔ تو چالیں اور فریب انسانی چالوں کے مقابل میں ہوتے ہیں۔ خدا تعالےٰ کی جماعتیں ان سے ہرگز نہیں ڈر سکتیں۔ یہ ہمارا کام نہیں۔ خود خدا تعالےٰ کا کام ہے۔

کارکنوں کا فرض

ہے۔ کہ حالات اور واقعات پیش آمدہ سے جماعت کو آگاہ کیا کریں اور میرا تجربہ ہے۔ ۳۔۴ بار تو میری خلافت کے زمانہ میں ہی ایسے مواقع پیش آئے۔ کہ جب بھی حالات کو کھول کر جماعت کے سامنے رکھا گیا۔ تو اس نے کبھی بھی قربانی سے دریغ نہیں کیا۔ اور مشکلات کا مردانہ وار مقابلہ کیا ہے۔ دراصل ہماری جماعت میں جو اخلاص اور دین سے محبت پائی جاتی ہے۔ اس کی نظیر کہیں نہیں ملسکتی۔ یہی وجہ ہے۔ کہ عبدالحکیم مرتد نے جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو لکھا۔ کہ جماعت میں سوائے مولوی نورالدین صاحب کے اور کوئی آدمی اعلیٰ پایہ کا نظر نہیں آتا۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسے لکھا۔ مجھے تو اس جماعت میں

لاکھوں صحابہ کے نمونہ

نظر آتے ہیں۔ یہ تمہاری آنکھوں کی بینائی کا قصور ہے۔ کہ تم نہیں دیکھ سکتے۔ دراصل یہ دعویٰ جس کا ذکر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے عبدالحکیم کے مقابلہ پر کیا۔ اس کا ثبوت ایسے ہی مواقع پر ملا کرتا ہے۔ اور تجربہ شاہد ہے۔ کہ جب بھی معاملہ کھول کر جماعت کے سامنے رکھا گیا۔ اور

قربانی کا مطالبہ

کیا گیا۔ خواہ وہ قربانی مالی ہو یا جانی۔ یا کسی اور طرز کی۔ جماعت ہمیشہ آگے ہی بڑھی ہے۔ اور کبھی پیچھے نہیں ہٹی۔ یہ میرا یا کسی اور شخص کی ذات کا اثر نہیں۔ بلکہ خود خدا کا حضرت مسیح موعود علیہ السّلام سے وعدہ ہے۔ کہ میں

الہام کے ذریعہ

لوگوں کے دل تیری طرف متوجہ کر دونگا۔ اب جبکہ سلسلہ کی مالی حالت کمزور تھی۔ تو زیادہ ضرورت تھی اس امر کی۔ کہ جلسہ کی تحریک زیادہ زور سے کی جاتی۔ اور میرا یقین ہے۔ جماعت ضرور اس پر لبیک کہتی۔ اور اگر نہ بھی کہتی۔ تو چونکہ یہ خدا تعالےٰ کا کام ہے۔ وہ خود سامان پیدا کر دیتا۔

کئی دفعہ بعض دوستوں نے مجھے کہا۔ کہ فلاں محکمہ اڑا دو۔ میں نے انہیں یہی جواب دیا۔ کہ اگر ساری جماعت فیصلہ کر کے کہدے کہ اڑا دو۔ تو میں جماعت کے مشورہ کے احترام کے طور پر اڑا دونگا۔ لیکن خود میرا دل نہیں چاہتا۔ کہ جو قدم آگے اٹھ چکا ہو۔ اسے پیچھے

ہٹایا جائے۔ اور جب کوئی قدم پیچھے ہٹایا جائے۔ تو وہ پیچھے ہی ہٹتا جاتا ہے۔ آگے بڑھانے کا بہت کم ہی موقعہ ملتا ہے۔

حضرت خلیفہ اول رض کے زمانہ میں

ایک دفعہ اسی طرح قحط کی وجہ سے مالی کمزوری تھی۔ منتظمین نے فیصلہ کیا۔ کہ جلسہ تین دن کی بجائے دو دن کیا جائے۔ حضرت خلیفہ اول رض کو جب اس کا علم ہوا۔ تو آپ نے مجھے لکھا۔ اگرچہ میرا اس انتظام سے تعلق نہ تھا۔ لیکن آپ کا طریق تھا۔ کہ جب دیکھتے جس شخص سے کوئی معاملہ تعلق رکھتا ہے۔ وہ براہ راست ملامت کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ تو کسی اور کو مخاطب کر کے سنا دیتے آپ نے مجھے لکھا۔

لا تخش عن ذی العرش اقلالاً

یعنی عرش کے مالک سے یہ امید نہ رکھو۔ کہ وہ رزق میں کمی کر دیگا۔ میں نے اس پر ایک نوٹ لکھکر انجمن میں بھجوا دیا۔ کہ ہمیں اپنا پورا زور لگا دینا چاہیئے۔ خدا تعالے خود برکت ڈالیگا۔ اور میں نے خود چند ایک دوستوں کو ساتھ لیکر یہاں قادیان سے چندہ کیا۔ باہر بھی تحریک کی گئی۔ اور تمام اخراجات پورے ہو گئے۔ تو اللہ تعالے خود سامان پیدا کر دیتا ہے۔ ہمیں ڈرنا نہیں چاہیئے۔ اور قربانی کے موقعہ سے فائدہ اٹھانا چاہیئے۔ کیونکہ

ایمان کی آزمائش

کا یہی معیار ہمارے پاس ہے۔ ہمارے ہاتھ میں تلوار تو ہے نہیں۔ یہی معیار ہے جس سے اخلاص کا پتہ لگ سکتا ہے۔ اور اگر جماعت میں بعض کمزور بھی ہوں۔ تو بھی ایسے مواقع ان کی بھی ترقی کا موجب ہو جاتے ہیں۔ پس میں

قادیان کی جماعت کو

جو اس وقت میری پہلی مخاطب ہے۔ اور باہر کی جماعتوں کو بھی توجہ دلاتا ہوں۔ کہ وہ جلسہ کے انتظام کی طرف پوری توجہ کریں۔

پچھلے سال قادیان کی جماعت کا چندہ جلسہ سالانہ نسبتاً کم تھا۔ اور کارکنوں کا دوسرے لوگوں سے بہت کم تھا۔ شاید اس کی وجہ یہ ہو۔ کہ میں ان ایام میں بیمار تھا۔ اور کوئی تحریک نہ کر سکا تھا۔ بعض دشمن اعتراض کیا کرتے ہیں۔ کہ کارکنوں سے زبردستی چندہ لیا جاتا ہے۔ گذشتہ سال کارکنوں کا چندہ میں کم حصہ لینا اس اعتراض کا جواب ہے۔ مگر پھر بھی انہیں یاد رکھنا چاہیئے۔ یہ کوئی خوبی نہیں۔ کہ دشمن کا منہ توڑنے کے لئے انسان

خدا کے سامنے روسیاہ

ہو جائے۔ اس کا جواب تو ہو گیا۔ لیکن کارکنوں کے لئے یہ تعریف کا موجب نہیں۔ میں امید کرتا ہوں۔ کہ اس سال اس غفلت کا بھی ازالہ کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ اگرچہ میں یہ بھی جانتا ہوں۔ کہ ان میں سے بعض کو ۳-۴ ماہ سے تنخواہیں نہیں ملیں۔ لیکن دفتر والوں نے بتایا ہے۔ کہ انہوں نے ایسا انتظام کیا ہے۔ کہ یہ چندہ سارے سال پر پھیلا دیا جائے۔ اگرچہ یوں بھی بوجھ ہوگا۔ پہلے ہی یہاں کے

کارکنوں کی تنخواہیں

قلیل ہیں۔ اور اس قدر قلیل ہیں۔ کہ اگر کوئی کارکن چلا جائے۔ تو اس کا قائم مقام نہیں ملتا۔ پھر یہاں آدمی بھی قابل ترین رکھنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ کیونکہ یہاں کی ذمہ واریاں بہت زیادہ ہیں۔ مثلاً یہاں کے ہائی سکول۔ مدرسہ احمدیہ۔ جامعہ احمدیہ کے ہیڈ ماسٹر صاحبان پر جو ذمہ واری ہے۔ وہ باہر کے ہیڈ ماسٹروں پر نہیں ہو سکتی۔ ان حالات میں بہت لائق آدمی کی ضرورت ہوتی ہے۔ مگر بعض ایسے آدمی جب دیکھتے ہیں۔ کہ تنخواہ اس قدر قلیل ہے۔ کہ وہ گذارہ نہیں کر سکتے۔ تو کئی چلے جاتے ہیں۔ اور کئی چلے جانے کی تجویزیں کرتے ہیں بغرض یہاں کارکن دوسری جگہوں سے زیادہ قابل رکھنے کی ضرورت ہے۔ یہاں کے ہیڈ ماسٹر کا مقابلہ بٹالہ یا ہوشیارپور یا کسی اور جگہ کے ہیڈ ماسٹر سے کرنا صحیح نہیں۔ کیونکہ وہاں صرف اسی جگہ کے طالب علم ہوتے ہیں۔ اور یہاں

سارے ہندوستان

سے آتے ہیں۔ بلکہ ہندوستان سے باہر کے بھی آتے ہیں۔ اور ہم یہاں کے ہیڈ ماسٹروں سے توقع رکھتے ہیں۔ کہ وہ ان کی تعلیم و تربیت کی طرف بہت زیادہ توجہ دیں۔ یہ تو ہو سکتا ہے۔ کہ کسی آدمی کے متعلق ہمارے اندازہ میں غلطی ہو جائے۔ اور وہ اس کام کا اپنے آپ کو اہل نہ ثابت کر سکے۔ لیکن ہمیں امید یہی ہوتی ہے کہ آدمی ہمارے معیار کے مطابق ہو۔ اور پھر اسے تنخواہ بھی اسی معیار کے مطابق ملنی چاہیئے۔ اور انہی ذمہ واریوں کے لحاظ سے اس کی تنخواہ ہونی چاہیئے۔ جو اس پر عائد کی جاتی ہیں۔ دیکھو اگر کوئی شخص ۳ لاکھ سپاہیوں کا کمانڈر بنایا جائے۔ تو چاہے اس کے تقرر میں غلطی ہو۔ لیکن اس کی تنخواہ ضرور اسی معیار کے مطابق مقرر کی جائے گی۔ بعض دفعہ کہدیا جاتا ہے۔ کہ فلاں کارکن تو اس قابل نہیں۔ کہ اسے اس قدر تنخواہ دی جائے۔ لیکن سوال یہ ہے۔ کہ اسے ہم نے جس کام کا اہل سمجھکر مقرر کیا۔ اس کے لحاظ سے کیا تنخواہ ہونی چاہیئے۔ جو ذمہ واریاں اس پر رکھی جاتی ہیں۔ ان کا لحاظ ہونا چاہیئے۔ مگر یہاں بہت سے لوگ اپنی

لیاقت اور امنگوں کے لحاظ سے

خصوصاً وہ نوجوان جنہوں نے زندگیاں وقف کر رکھی ہیں۔ بہت قلیل گذارے لے رہے ہیں۔ اس پر ۳-۴ ماہ تک تنخواہ کا نہ ملنا اور بھی موجب تکلیف ہے۔ اس لئے نہ صرف جلسہ سالانہ کے اخراجات پورے کرنے کی کوشش کی جائے۔ بلکہ جماعت کو چاہیئے۔ کوشش کر کے اس بوجھ کو بھی جو اسوقت پڑا ہوا ہے۔ دور کر دے۔ اور کارکنوں کو چاہیئے اسکے لئے خاص کوشش کریں۔ اور اگر وہ کوشش کریں۔ تو یہ کوئی مشکل بات نہیں۔ کیونکہ جماعت خدا تعالی کے فضل سے بڑھ رہی ہے۔ اگرچہ ملک کے ایک حصہ میں قحط ہے۔ مگر ایسے بھی حصص ہیں۔ جہاں اس کا اثر نہیں اس لئے اگر کوشش کی جائے۔ تو وہاں سے کمی پوری ہو سکتی ہے۔

میں خدا تعالے سے دعا کرتا ہوں۔ کہ وہ ہمیں ترقی کے راستوں پر چلنے کی توفیق عطا کرے۔ اور ہمارے ایمانوں میں اس قدر قوت و طاقت دے۔ کہ ہم اپنی ذات میں ہی انذار اور تبشیر کے حامل ہو سکیں۔ اور نیکی کے کام کرنے کی خود بخود ہم میں تحریک ہو سکے۔ آمین۔

کیا ایک نبی دوسرے نبی کا متبع نہیں ہو سکتا

ڈاکٹر بشارت احمد صاحب ۳۰ اکتوبر کے پیغام صلح میں مولوی مرتضیٰ حسن دیوبندی کو مخاطب کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"نبی براہ راست اللہ تعالے کی وحی کا متبع ہوتا ہے۔ وہ کسی دوسرے نبی کا امتی یا تابع نہیں ہوتا"

کس قدر تعجب اور حیرت کا مقام ہے۔ کہ ڈاکٹر صاحب نے ایک ایسے انسان کو سچا اور راستباز ماننے کا دعویٰ کرتے ہوئے جسے وہ اس وقت بھی مجدد اعظم قرار دیتے ہیں۔ ایک ایسی بات کہ دی جو سراسر اس کی تعلیم کے خلاف ہے۔ اور یہ بات منہ سے نکالتے وقت ذرا بھی خوف خدا ان کے دل میں نہیں آیا۔ دیکھئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کیسے صاف اور واضح الفاظ میں فرماتے ہیں۔

"نبی کے حقیقی معنوں پر غور نہیں کی گئی۔ نبی کے معنی صرف یہ ہیں۔ کہ خدا سے بذریعہ وحی خبر پانیوالا ہو۔ اور شرف مکالمہ اور مخاطبہ الٰہیہ سے مشرف ہو۔ شریعت کا لانا اس کے لئے ضروری نہیں۔ اور نہ یہ ضروری ہے کہ صاحب شریعت رسول کا متبع نہ ہو" براہین حصہ پنجم ص ۱۳۸

پھر فرماتے ہیں۔

"حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اتباع سے ان کی امت میں ہزاروں نبی ہوئے" الحکم ۲۴ نومبر ۱۹۰۲ء

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مندرجہ بالا تحریرات سے ظاہر ہے۔ کہ ایک نبی دوسرے نبی کا امتی اور تابع ہو سکتا ہے۔

تعجب ہے۔ یہ لوگ حضرت مسیح موعود کی تعلیم اور تحریرات کی صریح خلاف ورزی کرتے ہیں۔ اور پھر اپنے آپ کو احمدی بھی کہتے ہیں این چہ بوالعجبی است۔ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں "جو شخص مجھے دل سے قبول کرتا ہے۔ وہ دل سے اطاعت بھی کرتا ہے۔ اور ہر ایک حال میں مجھے حکم ٹھہراتا ہے۔ اور ہر ایک تنازعہ کا مجھ سے فیصلہ چاہتا ہے۔ مگر جو شخص مجھے دل سے قبول نہیں کرتا۔ اس میں تم نخوت اور خود پسندی اور خود اختیاری پاؤگے۔ پس جانو۔ کہ وہ مجھ سے نہیں" اربعین ص ۸

اگر غیر مبایعین کے نزدیک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کسی تحریر کی کوئی وقعت نہیں۔ تو وہ حسب ذیل حدیث نبوی ملاحظہ کریں

"تفسیر ابن کثیر میں آیت (میثاق النبیین) کی تفسیر میں یہ حدیث شریف درج ہے۔ کہ لو کان موسیٰ و عیسیٰ حیین لما وسعھما الا اتباعی۔ یعنی موسیٰ و عیسیٰ اگر زندہ ہوتے۔ تو انہیں میری اتباع کے سوا چارہ نہ تھا" پیغام صلح ۳۰ اکتوبر ۱۹۲۹ء

اس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ اگر حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام زندہ ہوتے۔ تو ضرور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع اور امتی ہوتے۔ پس یہ اس بات کی واضح و بین دلیل ہے کہ ایک نبی دوسرے نبی کا امتی اور تابع ہو سکتا ہے۔ ورنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کچھ حقیقت نہ رکھتا تھا۔ فوراً کہدیا جاتا۔ اگر موسیٰ و عیسیٰ زندہ ہوتے۔ تو بھی آپ کی اتباع نہ کرتے۔ کیونکہ وہ نبی تھے۔ اور کسی دوسرے کا مطیع نہیں ہو سکتا۔

ملفوظات حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ

۱۴ - نومبر - بعد نماز ظہر

عذاب پر عذاب

ایک صاحب نے ڈیرہ غازی خان کے علاقہ میں بکثرت ٹڈی دل آنے کا ذکر کیا۔ فرمایا۔ اس دفعہ بہت سے عذاب آئے ہیں اور سب سخت تھے۔ گرمی شدت کی پڑی۔ سردی شدت کی پڑی اولے۔ بارش۔ ٹڈی دل۔ سب کچھ سخت تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا نام موسیٰ بھی ہے۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وقت یہ سب عذاب نازل ہونے کا ذکر ہے۔ گرمی کا ذکر نہیں۔ مگر خون کی بیماری سے مراد گرمی ہی ہے۔ کیونکہ گرمی میں نکسیریں پھوٹتی ہیں۔

حکومت کا وقار مٹ رہا ہے

اس ذکر پر کہ ایجی ٹیشن کی وجہ سے آخر حکومت نے علم الدین کی لاش دے دی۔ فرمایا۔ سلطنت برطانیہ تاہشت سال کی صداقت کے آثار نمایاں نظر آتے ہیں۔ اگر کوئی قوم اپنے ہاتھ سے اپنا وقار کھونے لگ جائے۔ تو وہ دوسروں کے سہارے کہاں ٹھہر سکتی ہے۔ یورپ میں برطانیہ امریکہ کے مقابلہ میں دب گیا ہے اور ایشیا میں بھی یہی حالت ہو رہی ہے۔ جو شورش کرتا ہے۔ اس کے سامنے حکومت جھک جاتی ہے۔ اور تعاون کرنے والوں کی پرواہ نہیں کی جاتی۔

حکومت اور ہندو

ایک صاحب نے کہا۔ میرا خیال ہے۔ حکومت ہندوؤں سے ملی ہوئی ہے۔ فرمایا۔ یہ بھی صحیح ہو سکتا ہے۔ میجارٹی کے ساتھ حکومتیں مل جایا کرتی ہیں۔ مگر یہ اس وقت ہوتا ہے۔ جب یہ سمجھا جائے۔ کہ میجارٹی مقابلہ کرے گی۔ میں نے پہلے لکھا تھا۔ کہ اس سے قبل کہ گورنمنٹ سے حقوق حاصل کئے جائیں پہلے ہندوؤں سے فیصلہ ہو جانا چاہیئے۔ کہ وہ مسلمانوں کو کیا حقوق دینگے۔ ورنہ حکومت حاصل کرنے کے بعد سب کچھ میجارٹی کے ہاتھ میں آ جائے گا۔ اور چونکہ حکومت کو بھی ملک سے اپنا تعلق رکھنا ہوتا ہے۔ اس لئے وہ بھی میجارٹی کی تائید میں ہی خیر سمجھتی ہے۔ اور اسے ہی خوش رکھنے کی کوشش کرتی ہے۔ خود برطانیہ کے بڑے بڑے مقنن تسلیم کرتے ہیں۔ کہ ایسے ایسے قوانین موجود ہیں۔ جو کنیڈا اور آسٹریلیا پر حاوی ہیں۔ مگر ان پر عمل کبھی نہیں ہوتا۔ کیونکہ ان کے نفاذ سے لوگوں کی ناراضگی کا ڈر ہوتا ہے۔ مثلاً یہ قانون ہے۔ کہ کنیڈا۔ آسٹریلیا۔ اور ساؤتھ افریقہ وغیرہ نو آبادیات میں پریوی کونسل کو دخل دینے کا حق ہے۔ مگر کبھی ایسا نہیں کیا گیا۔ کیونکہ وہاں کے لوگ اس بات کو پسند نہیں کرتے۔ دراصل ڈومینین والا رشتہ بال کی طرح نازک ہوتا ہے۔ اور ذرا سے جھٹکے سے اسکے ٹوٹ جانے کا احتمال ہوتا ہے اس لئے حکومت کو دب کر ہی رہنا پڑتا ہے ابھی دیکھ لو۔ بالڈون نے ہندوؤں کو اپنا رشتہ دار قرار دے لیا۔ اور لکھ دیا۔ کہ ان سے ہمارا بھائی چارا ہے۔ یہ ہمارے بھائی ہیں۔ ہم ان سے جدا کیونکر ہو سکتے ہیں۔ مگر مسلمانوں کا نام تک نہیں لیا۔ لیڈر ریڈر نے جو پیغام بھیجا ہے۔ اس میں بھی مسلمانوں کا کوئی ذکر نہیں۔ یہ سارے واقعات اس طرف توجہ دلاتے ہیں۔ کہ کامیابی کا طریق وہی ہے۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تجویز فرمایا۔ اب مسلمانوں کو سب طرف سے مایوسی اور ناامیدی نظر آ رہی ہے۔ اور پھر پھرا کر خدا کی ہی طرف توجہ ہو رہی ہے۔ اب کامیابی کا طریق صرف یہی ہے۔ کہ ہندوؤں کو مسلمان بنایا جائے۔ تا مسلمانوں کی میجارٹی ہو جائے۔

مخالفت

ایک صاحب نے عرض کیا۔ کچھ عرصہ سے قریباً ہر مقام پر ہماری مخالفت شروع ہو گئی ہے۔ خاص ہمارے خلاف جلسے منعقد کئے جاتے ہیں۔ فرمایا۔ یہ بھی اچھا ہے۔ ہماری جماعت بلکہ بعض مبلغین کو بھی یہ غلط خیال پیدا ہو گیا تھا۔ کہ تبلیغ احمدیت سے حتی الوسع پرہیز کرنا چاہیئے۔ اور جب اپنی جماعت کو ایسا دھوکہ لگ جائے۔ تو یہ صورت بہت ہی نازک ہوتی ہے۔ میں تو خود چاہتا تھا۔ کہ جماعت کو جگایا جائے سو اچھا ہوا کہ مخالفت شروع ہو گئی ہے۔

سالانہ جلسہ

ایک صاحب نے عرض کیا۔ اب کے عام خیال ہے۔ کہ چونکہ کانگریس کی وجہ سے کرسمس کی تعطیلات نہ ہونگی۔ اس لئے شائد جلسہ نہ ہوگا۔ فرمایا۔ یہ بالکل غلط خیال ہے۔ چھٹیوں کے بند ہونے کے لئے بھی کوئی اعلان نہیں۔ ہم نے گورنمنٹ سے اس کے متعلق پتہ کر لیا ہے کوئی ایسا اعلان نہیں ہوا۔ اور اگر ہوتا بھی۔ جب بھی جلسہ بند نہیں ہو سکتا

کانگریس اور گورنمنٹ

یوں قواعد کے لحاظ سے بھی بغیر رخصتیں بند کئے گورنمنٹ ملازمین کو کانگریس میں شامل ہونے سے روک سکتی ہے۔ ایسے قوانین پہلے سے موجود ہیں۔ پھر معلوم نہیں۔ یہ روک کیوں پیدا کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اگر یہ درست ہے۔ تو روکنے کا طریق بہت بزدلانہ ہے دلیری سے کام کرنا چاہیئے۔ عدم تعاون کے دنوں میں کسی نے گاندھی صاحب سے کہا۔ قادیان سے اس تحریک کی بہت مخالفت کی جاتی ہے انہوں نے یہاں آنے کا ارادہ ظاہر کیا۔ میں نے سنا۔ تو کہا شوق سے آئیں۔ ہم ان کی باتیں سنیں گے۔ اور اپنی سنائیں گے۔ اگر وہ ہمیں قائل کر دیں۔ تو ہم بھی مان لیں گے۔ چاہیئے تو یہ تھا۔ کہ گورنر صاحب خود کانگریس کے جلسہ میں جاتے اور کہتے سناؤ۔ جو کچھ سنانا چاہتے ہو۔ ایسی دلیری کا بھی مخالفین پر خاص اثر ہوتا ہے۔

سکھوں کی فتح میں شکست

سکھوں کے تذکرہ پر فرمایا۔ گورنمنٹ کے مقابلہ میں جو فتح سکھوں کو ہوئی تھی۔ اسی میں ان کی شکست ہے۔ اگر یہ موومنٹ جاری رہتی۔ اور سکھوں کو ہندوؤں سے علیحدہ کیا جاتا۔ تو پھر مسلمان ان کے ساتھ ہوتے۔ اور انہیں حقیقی کامیابی حاصل ہو جاتی۔ لیکن اب سکھوں نے ہر جگہ مسلمانوں کو مخالفت کے لئے مد مقابل بنا لیا ہے۔ کونسلوں میں بھی وہ مسلمانوں کی ہی مخالفت کرتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ ہندوؤں کے ساتھ ہیں۔ نتیجہ یہ ہے۔ کہ ان کی قوم جو ہندوؤں سے آزاد ہو رہی تھی۔ پھر وہیں کھڑی ہو گئی۔

بیمہ زندگی

ایک صاحب نے سوال کیا۔ بیمۂ زندگی کیوں ناجائز ہے فرمایا۔ احمدی کے لئے تو یہی جواب کافی ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے ناجائز قرار دیا ہے۔ "الحکم" میں دو خط ملے ہیں۔ جن میں بالصراحت اس کے عدم جواز کا تذکرہ ہے۔ ایک شخص نے تفصیلاً بیمۂ زندگی کے متعلق دریافت کیا۔ آپ نے اسے ناجائز قرار دیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ اس میں بعض اصول تو ایسے ہیں۔ جو جوئے کے ہیں۔ اور بعض سود کے ہیں۔ بیمہ کمپنیوں کے پراسپکٹس کا غور سے مطالعہ کیا جائے۔ تو یہ بات واضح ہو سکتی ہے

مکان رہن رکھنا

ایک صاحب نے سوال کیا۔ کہ بعض لوگ کسی کا مکان رہن رکھتے ہیں۔ اور پھر ایک مقررہ رقم بطور کرایہ اسی مالک مکان سے وصول کرتے رہتے ہیں۔ کیا یہ جائز ہے۔ فرمایا۔ اگر تو یہ شرط ہو۔ کہ کرایہ مقرر اور معین نہ ہو۔ جب رہن لینے والا چاہے۔ کرایہ بڑھا دے۔ یا مکان خالی کرا لے۔ اور جب رہن دینے والا چاہے۔ وہ کرایہ کم کرنے کا مطالبہ کرے۔ اور کم نہ ہونے کی صورت میں مکان خالی کر دے۔ یہ تو پھر جائز ہے۔ ورنہ نہیں۔ یہ صورت کہ کرایہ معین طور پر دینا پڑتا ہے اور خالی کرنے کرانے کا بھی اختیار نہیں ہوتا۔ یہ ناجائز ہے۔ اور مقررہ کرایہ سود ہے۔ رہن رکھنے والے کو اختیار ہونا چاہیئے۔ کہ جب چاہے۔ چھوڑ دے۔ یا کرایہ کم کرا لے۔ اور لینے والا جب چاہے بڑھا دے۔ یا مکان خالی کرا لے۔

پراویڈنٹ فنڈ

ایک صاحب نے کہا۔ کہ سود اسی کو کہا جاتا ہے۔ جو روپیہ بغیر محنت کے زائد مل جائے۔ اس صورت میں کیا پراویڈنٹ فنڈ سود نہیں۔ فرمایا۔ نہیں۔ پراویڈنٹ فنڈ میں کام کرانے والا ادارہ کارکن کی امداد کرتا ہے۔ اور وہ امداد اس کے روپیہ کے عوض میں نہیں ہوتی۔ وہ ادارہ اُس سے روپیہ اپنے فائدہ کے لئے نہیں کاٹتا بلکہ اس روپیہ کا فائدہ بھی کارکن کو ہی دیتا ہے۔ اور جہاں گورنمنٹ جبراً روپیہ وضع کرتی ہے۔ اور پھر اس پر منافع دیتی ہے۔ وہ جائز ہے اور سود نہیں۔ کیونکہ سود تو روپیہ کے عوض میں ہوتا ہے۔ جو اس نیت سے کسی کو دیا جائے۔ کہ مجھے زیادہ ملے گا۔ بیمہ میں بھی یہی صورت اس میں آدمی اسی نیت سے روپیہ جمع کراتا ہے۔ کہ اگر کل مر جاؤں تو بہت زیادہ روپیہ وارثوں کو مل سکے۔ اس میں ایک شرطیہ ہوتی ہے۔ کہ اگر کوئی قسط ادا نہ کی جائے۔ تو سب ضائع ہو جاتا ہے۔ یہ پورا جوا ہے۔ ہم نے اس کے حلال کی یہ تجویز کی تھی۔ کہ لوگ روپیہ دیں۔ اور آپس میں معاہدہ کر لیں۔ کہ اس کا کچھ منافعہ تو حصہ دارانہ تقسیم کیا جائے گا۔ اور کچھ جو ممبر مر جائیں۔ ان کے ورثا میں تقسیم کر دیا جائے گا۔ منافع کوئی مقررہ نہ ہو۔ بلکہ جو بھی ہو تقسیم کر

۱۲۹۰ ... اور ۱۳۳۵ ... درمیانی زمانہ ... مسیح موعود کی بعثت کا زمانہ قرار دیا گیا ہے ...

... اور وہ بھی ابھی زمانہ مسیح موعود کا قرار دیتی ہے" حقیقۃ الوحی ...

اگر نہ ہو۔ تو نہ کیا جائے۔ قواعد اس کے بھی اسی طرح رکھے جائیں کہ جو قسط نہ دے گا۔ اُس کی رقم ضبط ہو گی۔ تاکہ ادائیگی قسط سے کوئی شخص رُکے نہیں۔ لیکن ایسا کیا نہ جائے۔ یہ رقم جمع کر کے میرا ارادہ تھا۔ کہ زمین اور مکانات رہن لے لئے جائیں۔ یہ تجارت بہت اچھی ہے۔ اس میں خسارہ کا احتمال نہیں ہوتا۔ اگر کوئی شخص کسی کا مکان رہن لیتا ہے۔ اور وُہ مکان گر جائے۔ تو مالک کا فرض ہے۔ کہ اسے تعمیر کرائے۔ کیونکہ جو چیز اُس نے روپیہ کے بدلہ میں دی تھی۔ وُہ جب ہی نہیں۔ تو رہن کیسا۔ ہاں جب تک تعمیر نہ ہو گا۔ اس وقت تک کرایہ نہ ملنے کا خسارہ رہن رکھنے والے کو بھی ہو گا۔ اور زمین میں تو گرنے گرانے کا کوئی احتمال نہیں ہوتا۔ زیادہ سے زیادہ یہی ہے۔ کہ فصل نہ ہو گی۔ لیکن اس میں بھی کوئی نقصان نہیں ہو گا۔

میوچل ریلیف کی سکیم

میں نے میوچل ریلیف کی سکیم تیار کر کے شوریٰ میں پیش کر دی تھی۔ اور مشورہ بھی ہو گیا تھا۔ کہ قانوناً شرعاً اس میں کوئی حرج نہیں۔ لیکن یہ ابھی مزید غور کے لئے پڑی ہے۔ معلوم نہیں۔ اس پر غور کیوں نہیں کیا گیا۔ میں نے یہ رکھا تھا۔ کہ مثلاً اگر سال میں اس سکیم کے لئے چھ جلسے ہوں۔ تو ہر ممبر کو ان میں ضرور شامل ہونا چاہیئے۔ تا وُہ یہ نہ کہہ سکے۔ کہ فلاں تجویز پاس کر کے نقصان کر دیا گیا۔ ایسے جلسے زیادہ دُور کے مہینوں میں رکھے جائیں۔ مقامی لوگوں سے ہی سے شروع کیا جائے۔ اگر سب جلسوں میں ممبر شامل ہوں۔ تو خود شامل ہونے کے بعد پھر کوئی اعتراض نہیں کر سکتا۔ سود کے متعلق اسی لئے اعتراض ہوا جو لوگوں کو بلایا جاتا۔ تو آتے نہیں تھے۔ بعد میں کہہ دیا۔ منتظمین نے نقصان کر دیا۔

وفات یافتہ کے پسماندگان کی امداد

ایک صاحب نے عرض کیا۔ اگر کچھ لوگ مل کر ایسا انتظام کر لیں جو اُن میں سے فوت ہو جائے۔ ایک ایک دو دو روپے جمع کر کے اس کے ورثاء کو دے دیں۔ تو اس میں کیا حرج ہے۔ فرمایا۔ اس سے معیار قائم نہیں رہ سکتا۔ اس طرح جسے روپیہ ملے گا۔ اس کے متعلق کہا جا سکتا ہے۔ کہ بطور صدقہ اُسے کچھ دیا گیا۔ اس وجہ سے یہ کچھ پسندیدہ طریق نہیں۔

بیمہ کمپنی میں نقصان

ایک صاحب نے کہا۔ بیمہ کمپنی میں بھی نقصان تو ہو جاتا ہے۔ کمپنیاں فیل ہو جاتی ہیں۔ کیا اسے مدنظر رکھتے ہوئے اس کا جواز نہیں ہو سکتا۔ فرمایا۔ کمپنی کا جو فعل ہم سے تعلق رکھتا ہے۔ اس میں تو نقصان نہیں۔ وہ تو وُہ بہر حال منافع ہی دینگے۔ اگر یہ صورت ہو۔ کہ نفع و نقصان میں ہماری بھی شراکت ہو۔ تو پھر جائز ہو سکتا ہے۔

کرایہ مکان

عرض کیا گیا۔ اگر کوئی شخص کسی سے دو ہزار میں مکان رہن لے اور بیس روپیہ اس کا کرایہ مقرر کر کے یہ طے کر لے۔ کہ پانچ روپیہ کرایہ سے مرمت کے وضع ہوتے رہیں۔ تو کیا یہ جائز ہے۔ فرمایا۔ یہ ناجائز ہے۔ مرمت وغیرہ رہن لینے والے کو خود کرانی چاہیئے اور یہ بھی ناجائز ہے کہ مکان لینے سے پہلے ہی کرایہ مقرر کر کے مالک مکان سے کرایہ نامہ کا اسٹامپ لکھوا لیا جائے۔ ہاں اگر کسی دوسرے سے کرایہ نامہ لکھوا لیا جائے۔ تو یہ جائز ہے۔ مختصر یہ ہے کہ مکان والے کی حیثیت جب تک بالکل ایک اجنبی کی سی نہیں ہوتی یہ جائز نہیں ہے۔

عورتوں کی کمیٹی

عرض کیا گیا۔ بعض عورتیں مل کر کمیٹی ڈالتی ہیں۔ یعنی ایک مقرر رقم ماہوار ہر عورت ادا کرتی ہے۔ اور جمع شدہ روپیہ کسی ایک کو دے دیا جاتا ہے۔ اس کے متعلق کیا ارشاد ہے۔ فرمایا۔ یہ جائز ہے اس میں کوئی ایسی بات نہیں۔ جس سے یہ ناجائز ہو۔

۱۵ - نومبر ۱۹۲۹ء بعد نماز عصر

قوم کی تربیت

علم الدین کی لاش کے لاہور آنے اور اس کے لئے مسلمانوں کا بہت بڑا ہجوم ہونے کے ذکر پر فرمایا۔

اتنے بڑے مجمع کا ایسی حالت میں مسلمانوں نے بہت اچھا انتظام کیا۔ اور کوئی ناگوار واقعہ رونما نہ ہوا۔ ایسے انتظامات سے قوم کی اچھی ٹریننگ ہو سکتی ہے۔

شاردا ایکٹ اور وائسرائے ہند

شاردا ایکٹ کے متعلق ذکر آیا۔ کہ وائسرائے ہند نے مسلمانوں کے وفد کو کوئی امید افزا جواب نہیں دیا۔ فرمایا۔ معلوم ہوا ہے۔ مسلمان دوبارہ وائسرائے ہند سے اس بارے میں ملاقات کرنے کا انتظام کر رہے ہیں۔

اسلامی ممالک اور بچپن کی شادی

کہا گیا۔ جب بعض اسلامی ممالک نے نابالغی کی شادی ممنوع قرار دے دی ہے۔ تو مسلمانان ہند کا یہ مطالبہ کہ انہیں اس سے مستثنیٰ قرار دیا جائے، کس طرح منظور ہو سکتا ہے:-

فرمایا۔ ہمارے نزدیک یہ جائز ہے۔ کہ کوئی اسلامی حکومت جب یہ دیکھے۔ کہ کوئی اجازت بے محل استعمال کی جا رہی ہے۔ اور اس سے نقصان پہونچ رہا ہے۔ تو اس سے روک دے۔ اس کے متعلق کہا جا سکتا ہے۔ کہ چونکہ لوگ فلاں اجازت بے محل استعمال کرتے۔ اور نقصان اٹھاتے ہیں۔ اس لئے اس سے روک دیا گیا ہے۔ اور اس سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یا اسلام پر کوئی زد نہیں پڑتی۔ لیکن اگر کوئی غیر قوم کسی ایسی بات سے روکتی ہے۔ جس کی اسلام میں اجازت ہے۔ تو اس لئے نہیں روکتی۔ کہ اس اجازت کو بے محل استعمال کیا جاتا ہے بلکہ یہ کہتی ہے۔ کہ یہ بات اپنی ذات میں ہر حالت میں بُری ہے۔ اس کا استعمال کسی صورت میں نہیں ہونا چاہیئے۔ اس سے اسلام اور بانیٔ اسلام پر حملہ ہوتا ہے۔ کہ ایسی بات کو جائز قرار دینے میں غلطی کی گئی۔

کثرت کا لحاظ رکھا جائے

کہا گیا۔ اگر نابالغی کی شادی کو ممنوع قرار دینا مداخلت فی الدین ہوتی۔ تو مسلمان حکومتیں کیوں ایسا کرتیں۔

حضور نے فرمایا۔ ایسی باتوں میں عموماً اختلاف ہوا کرتا ہے۔ ایک حصہ مداخلت فی الدین سمجھتا ہے۔ ایک نہیں سمجھتا۔ ممکن ہے جن اسلامی حکومتوں میں نابالغی کی شادی ممنوع قرار دی گئی ہو۔ ان میں اکثریت کی یہ رائے ہو کہ یہ مداخلت فی الدین نہیں۔ اس لئے یہ قانون بنایا گیا۔ ہم بھی یہی کہتے ہیں۔ کہ جس طرف مسلمانوں کی کثرت ہو۔ اس کا لحاظ رکھا جائے۔ ہندوستان میں مسلمانوں کی اکثریت نابالغی کی شادی ممنوع قرار دینے کے خلاف ہے۔ اس لئے مسلمانوں کو اس کا پابند نہیں بنانا چاہیئے۔ ہو سکتا ہے۔ کہ اکثریت بھی کوئی فیصلہ غلط کر دے۔ لیکن وُہ مسلمانوں کی اکثریت ہو گی۔ مگر یہ گوارا نہیں کیا جا سکتا۔ کہ کوئی غیر قوم اپنی کثرت کی وجہ سے جو قانون پاس کرے اس کا پابند مسلمانوں کو بنایا جائے۔ اس سے بہت فتنہ پیدا ہوتا ہے۔

اسلامی حکومتوں کی طرف سے مداخلت فی الدین

عرض کیا گیا۔ اگر اسلامی حکومتیں اسلام میں مداخلت کریں۔ تو پھر کیا کیا جائے۔

فرمایا۔ جب مسلمان خود ہی بگڑ جائیں۔ اور شریعت کے احکام میں دخل دینے لگیں۔ تو یہ ایک ایسی مصیبت ہے۔ جس کا اسی طرح علاج ہو سکتا ہے۔ کہ مسلمانوں کو شریعت کا احترام سکھایا جائے۔ لیکن جب مسلمانوں کے شرعی احکام میں دوسرے لوگ دخل دیں۔ تو انہیں یہ کہنے کا حق حاصل ہے کہ ایسے احکام کی پابندی کے لئے انہیں مجبور نہ کیا جائے۔ کہا گیا۔ اگر نابالغی کی شادی کو ممنوع قرار دینا مداخلت فی الدین ہے تو ماننا پڑے گا۔ کہ جن مسلمان حکومتوں نے ایسا کیا۔ انہوں نے دین میں مداخلت کی۔ اور وُہ مسلمان نہیں۔

فرمایا۔ ہمیں معلوم نہیں۔ ان حکومتوں نے کن حالات میں ایسا کیا۔ ان میں اس بارے میں کیا بحثیں ہوئیں۔ اور کس رنگ میں اور کن شرائط کے ساتھ انہوں نے ایسا قانون پاس کیا۔ اگر انہوں نے ان امور کو مدنظر رکھا۔ جو ہم پیش کرتے ہیں۔ کہ بعض خاص حالات میں نابالغی کی شادی کی اجازت ہو لیکن ایسی شادیوں کے متعلق جیسا کہ شریعت نے حق رکھا ہے۔ اگر لڑکی بالغ ہونے کے بعد پسند نہ کرے۔ اور اسے خلع کا حق حاصل ہو۔ تو پھر اس قسم کے قانون کے جاری کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ خاص حالات میں بچپن کی شادی کی اجازت دے کر اس قسم کا قانون نافذ کرنے سے اسلام پر یا رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کوئی اعتراض نہیں وارد ہوتا۔ کیونکہ ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ خاص حالات میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر عمل کیا۔ پس ایسی شرائط کے ساتھ ہم بھی پسند کرتے ہیں۔ کہ اس قسم کا قانون جاری ہو۔ تاکہ جو لوگ بلا وجہ اور بغیر کسی خاص مجبوری اور خاص حالات کے بچپن کی شادیاں کرتے ہیں۔ وُہ نہ کر سکیں۔ اور اس اجازت کا جو لوگ بُرا استعمال کرتے ہیں۔ وُہ رُک جائیں۔ لیکن اگر یہ شرائط نہ ہوں۔ اور ہر حالت میں نابالغی کی شادی کو جرم قرار دے دیا جائے۔ تو اس سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اعتراض پڑتا ہے۔ کہ ایک بُرے فعل کو اسلام نے جائز قرار دیا۔ اور اس سے تو ہم پر بھی اعتراض پڑتا ہے۔ کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مبارکہ بیگم کا نکاح چھوٹی عمر میں ہی کیا تھا۔

غرض مسلمان کسی اجازت کا بے جا استعمال دیکھ کر اس سے روک سکتے ہیں اسلامی حکومتوں نے بھی ایسا ہی کیا ہو گا۔ لیکن دوسروں کو یہ حق نہیں کہ اسلام نے جس بات کو جائز قرار دیا ہے اس سے مسلمانوں کو روکیں۔ مثلاً گائے ذبح نہ کرنے کے متعلق میں نے کئی بار اعلان کیا۔ لیکن یہ ہم برداشت نہیں کر سکتے۔ کہ دوسرے بھی اس سے روکیں۔ کیونکہ اس سے قوم میں غلامی کی رُوح

دانیال نبی کی پیشگوئی

اور سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام

چونکہ آخری زمانہ اپنی برائیوں اور مفاسد کے لحاظ سے ایک خطرناک زمانہ تھا۔ اس لئے جملہ انبیاء نہ صرف ان خرابیوں سے ڈرانے آئے بلکہ انہوں نے خدا تعالیٰ سے خبر پاکر اسکی اصلاح کے لئے مبعوث ہونے والے "مسیح موعود" کے متعلق بھی بشارتیں بیان کی ہیں۔ اور اس عظیم الشان مصلح کے حالات اور زمانہ کا جن الفاظ میں پتہ دیا ہے۔ ان سے ظاہر ہے کہ وہ وہی زمانہ ہے جس میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دنیا کو دعوتِ حق دی۔ اور فرمایا ؎

وقت تھا وقتِ مسیحا نہ کسی اور کا وقت
میں نہ آتا تو کوئی اور ہی آیا ہوتا

ان آسمانی نوشتوں میں سے جو اس زمانہ کی تعیین کرتے ہیں۔ ایک دانیال نبی کی پیشگوئی بھی ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے اس پیشگوئی کو مختلف کتب میں بوضاحت پیش کیا ہے۔ اور اس سے استدلال فرمایا ہے۔ کہ مسیح موعود کی بعثت کا یہی وقت ہے۔

مولوی ثناء اللہ کی تعلّی

مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری مشہور معاند سلسلہ نے اس کے متعلق لکھا ہے:۔

"سچ تو یہ ہے کہ ہمارے پاس تکذیب مرزا پر جتنی دلائل ہیں ان میں سے دانیال والی پیشگوئی سب سے وزن دار ہے۔ اس لئے ہم اپنے ناظرین کو جو مباحثات قادیانیہ سے دلچسپی رکھتے ہیں انکو توجہ دلاتے ہیں کہ وہ سب سے پہلے اسی دلیل سے کام لیا کریں"

(اہلحدیث یکم نومبر ۲۹ء)

مولوی صاحب کی افتادِ طبیعت کو جاننے والے اصحاب اچھی طرح جانتے ہیں کہ آپ معمولی سے معمولی بات پر اسی قسم کی ڈینگیں مارا کرتے ہیں۔ مگر ہمیں یہ الفاظ پڑھ کر گونہ خوشی ہوئی۔ کیونکہ ان میں درحقیقت ۱۹۲۳ء کی ایک بڑ کا صریح ابطال ہے آپ نے لیہلکن ابن مریم والی حدیث کے متعلق لکھا تھا۔

"ہمارے دوست اب آئندہ کے لئے مرزائی مباحثہ میں کسی قسم کی تکلیف گوارا نہ کیا کریں۔ صرف یہی سوال درج کے متعلق۔ ناقل، اور جواب مع جواب الجواب یاد کر لیا کریں۔ اور ہر موقعہ پر پیش کر دیا کریں۔ انشاء اللہ ہر میدان میں فتحیاب ہونگے"

(اہل حدیث یکم جون ۲۳ء)

اس چھ سالہ تحریری اور تقریری تجربہ کے بعد آپ نے "ہر میدان میں فتحیاب" کرنے والے اعتراض کو چھوڑ کر ایک دوسری بات پیش کی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ "دانیال والی پیشگوئی سب سے وزن دار ہے" اگرچہ ہم اس پیشگوئی کے متعلق ریویو آف ریلیجنز اردو ۲۴ء میں مختصر بحث کر چکے ہیں مگر مولوی صاحب کی ہر شیخی کو کرکرا کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ اس جگہ مفصل بیان شائع کیا جائے۔

دانیال نبی کی پیشگوئی

سب سے پہلے ہمیں پیشگوئی کے اصل الفاظ سامنے رکھنے چاہئیں جو یہ ہیں:۔

"یہ باتیں آخر کے وقت تک بند و سربمہر رہینگی۔ اور بہت لوگ پاک کئے جائینگے۔ اور سفید کئے جائینگے اور آزمائے جائینگے۔ لیکن شریر شرارت کرتے رہیں گے۔ اور شریروں میں سے کوئی نہ سمجھے گا۔ پر دانشور سمجھیں گے اور جس وقت سے دائمی قربانی موقوف کی جائیگی۔ اور وہ مکروہ چیز جو خراب کرتی ہے قائم کیجائیگی ایک ہزار دو سو نوے ۱۲۹۰ دن ہونگے۔ مبارک وہ جو انتظار کرتا ہے۔ اور ایک ہزار تین سو پینتیس ۱۳۳۵ روز تک آتا ہے پر تو اپنی راہ چلا جا جبتک کہ وقت اخیر آئے" (دانیال باب ۱۲ آیت ۱۰ تا ۱۳)

اس پیشگوئی میں مسیح موعود کے ظہور اور آخری زمانہ کا تعین کیا گیا ہے۔ اگرچہ پیشگوئیاں استعارات سے پُر ہوتی ہیں تاہم یہ بیان بہت واضح اور بیّن ہے۔

پیشگوئی کے ذکر کی غرض

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس پیشگوئی کا متعدد مرتبہ ذکر فرمایا ہے۔ مگر ہمیں سب سے پہلے یہ دیکھنا ہے۔ کہ حضور نے اس کے ذکر سے کونسا مقصود بالذات استدلال فرمایا ہے۔ حضور اس پیشگوئی کے تذکرہ کے سلسلہ میں فرماتے ہیں:۔

(الف) "اب اسلام اپنے دونوں پہلوؤں اعتقادی اور عملی کی رو سے غربت کی حالت میں ہے۔ لہذا نبیوں کی تمام پیشگوئیوں کے ظہور کا اب یہ وقت ہے اور آسمانی برکتوں کا انتظار" (تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۱۴)

(ب) "اب دیکھو اس پیشگوئی (دانیال والی) میں کس قدر تصریح سے مسیح موعود کا زمانہ چودھویں صدی قرار دیگئی اب بتلاؤ کیا اس سے انکار کرنا ایمانداری ہے" (تحفہ گولڑویہ حاشیہ صفحہ ۱۱۶)

(ج) "یہ پیشگوئی ظنی نہیں ہے کیونکہ حضرت عیسیٰ کی پیشگوئی جو مسیح موعود کے بارہ میں انجیل میں ہے اس کا اس سے توارد ہو گیا ہے اور وہ بھی یہی زمانہ مسیح موعود کا قرار دیتی ہے" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۰۱)

یہ ہر سہ عبارتیں اپنے مفہوم میں نہایت واضح ہیں۔ حضرت اقدسؑ نے دانیال کی پیشگوئی کو یہود و نصاریٰ پر بطور حجت ملزمہ پیش کیا ہے۔ کہ آنے والے موعود کا یہی زمانہ ہے اگر میں وہ نہیں۔ تو بتلاؤ وہ کون اور کہاں ہے؟ گویا اس بیان کا روئے سخن عیسائیوں اور یہودیوں کی طرف ہے۔ کیونکہ دانیال کا صحیفہ اس ہیئت موجودہ میں ان کے ہی مسلمات سے ہے۔ اور پھر اس تذکرہ سے مقصود بالذات تعیین زمانہ مسیح موعود ہے نہ کہ سن اور تاریخ۔

مولوی ثناء اللہ صاحب کے اعتراضات

اندریں حالات مولوی ثناء اللہ صاحب کا اس بحث میں پڑنا۔ اور پھر اس کو سب سے "وزندار دلیل" قرار دینا اہلحدیث کے مقابلہ میں انکی بے بضاعتی کا کھلا کھلا اعتراف ہے۔ یہود یا عیسائی اس کے متعلق شبہات پیش کرنے میں حق بجانب ہوتے مگر مولوی صاحب کے لئے جو صرف قرآن مجید اور احادیث کو ہی حجت قرار دیا کرتے ہیں۔ مناسب نہ تھا۔ کہ اتنی سی بات پر بیجا اصرار کرکے اسے سب سے "وزندار" دلیل گردانتے درآنحالیکہ ان کے نزدیک بائبل ایک محرف۔ غیر معتبر اور ناقابل استناد کتاب ہے۔ تاہم ہمارا فرض ہے۔ کہ ہم مولوی صاحب کی اس تحدی کا جواب لکھیں۔ مولوی صاحب نے اہل حدیث کے مختلف پرچوں میں اس کا تذکرہ کیا ہے اور وہ سب پرچے اس وقت میرے سامنے ہیں۔ اس اعتراض کا خلاصہ آپ کے ہی الفاظ میں یوں ہے:۔

"میرا سوال صرف یہ ہے کہ مرزا صاحب نے دانیال نبی کی پیشگوئی اپنے حق میں لکھی۔ اور اپنی عمر کی بابت خود پیشگوئی کی۔ دو تو پوری نہ ہوئیں"۔ (اہلحدیث ۱۱ اکتوبر ۲۹ء)

"دانیال کی پیشگوئی اور مرزا صاحب کے الہام کے مطابق ۱۳۳۵ھ مسیح موعود (مرزا صاحب) کی عمر کی انتہا ہے مگر وہ نو سال پہلے ہی تشریف لے گئے"۔ "ضرور ہے کہ حسب تصریح مرزا صاحب دانیال کی عبارت کا مطلب مرزا صاحب کی الہامی عمر سے بالکل موافق ہو" (اہلحدیث ۱۹ جولائی ۲۹ء)

مولوی صاحب کی عبارت سے ظاہر ہے کہ آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی "تصریح کے ماتحت حضور کی الہامی عمر اور دانیال کے بیان کردہ زمانہ اخیر کا "بالکل مطابق" ہونا ضروری قرار دیتے ہیں۔ اور "حسب تصریح مرزا صاحب" کی قید لگانا بتاتا ہے کہ اگر دانیال کی پیشگوئی کو بہ حیثیت اپنے مفہوم کے لیا جائے تو اس پر مولانا کو بھی دم مارنے کی گنجائش نہیں۔ کیونکہ اس میں واضح الفاظ میں لکھا ہے:۔

"ایک ہزار دو سو نوے دن ہونگے۔ مبارک وہ جو انتظار کرتا ہے۔ اور ایک ہزار تین سو پینتیس ۱۳۳۵ روز تک آتا ہے"

(اہل حدیث ۱۹ جولائی)

گویا پیشگوئی میں ۱۲۹۰۔ اور ۱۳۳۵ کے درمیانی زمانہ کو مسیح موعود کی بعثت کا زمانہ قرار دیا گیا ہے ولیکن

چونکہ مولوی صاحب اپنے اعتراض کی بنیاد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیان فرمودہ تصریح پر رکھتے ہیں۔ اس لئے ہم اب صرف یہ دیکھنا چاہتے ہیں۔ کہ اس طور پر بھی مولوی صاحب کے ہر دو اعتراض کہاں تک وزن دار ہیں۔ پہلا اعتراض آپ کا یہ ہے کہ مرزا صاحب نے جو پیشگوئی الہامی طور پر اپنی عمر کے متعلق کی تھی وہ پوری نہ ہوئی۔ دوسرے یہ کہ دانیال والی پیشگوئی بھی پوری نہ ہوئی۔ آپ کی عبارت بالا کے آخری اقتباس میں یہ بات واضح طور پر بیان ہے۔ کہ ہر دو پیشگوئیاں حضرت مرزا صاحب کی تصریح کے ماتحت "بالکل موافق" ہیں۔ گویا اگر یہ ثابت ہو جائے کہ حضور کا وصال اپنی الہامی عمر کے مطابق اور بالکل مطابق ہوا ہے۔ تو دانیال والی پیشگوئی کی صحت میں بھی آپ کو کلام نہ ہوگا۔

حضرت مرزا صاحب کی الہامی عمر

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی عمر کے متعلق کیا پیشگوئی کی۔ اور اس کا کیا مفاد ہے؟ خود مولوی ثناء اللہ صاحب تحریر کرتے ہیں:۔

"مرزا صاحب کی عمر کا الہام ہے۔ کہ خدا تجھ کو اسی سال یا پانچ چھ کم یا پانچ چھ زیادہ عمر دیگا۔ جسکی تصریح آپ نے جلد پنجم براہین احمدیہ میں خود کی ہے کہ ۷۵ سے ۸۵ سال کے درمیان میری عمر ہوگی۔" (اہلحدیث ۱۹ جولائی ۲۹ء)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں:۔

"جو ظاہر الفاظ وحی کے وعدہ کے متعلق ہیں وہ تو چوہتر اور چھیاسی کے اندر اندر عمر کی تعیین کرتے ہیں" (ضمیمہ براہین حصہ پنجم ص۹۷)

ازبسکہ مولوی صاحب کی عبارت میں براہین احمدیہ کے مفہوم کو ذرا تصحیف سے پیش کیا گیا ہے۔ لیکن یہ ضرور تسلیم کیا گیا ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی الہامی عمر ۷۵ سے ۸۵ سال کے درمیان ہے گویا بقول مولوی ثناء اللہ امرتسری اگر حضرت مرزا صاحب کی عمر ۷۵ سال یا اس سے زیادہ ۸۵ سال تک ثابت ہو جائے۔ تو آپ کی پیشگوئی دربارہ عمر صحیح اور درست ہوگی۔ کیونکہ آپ کی الہامی عمر اسی قدر ہے۔ لیجئے اب ہم اس کا ثبوت بھی خود مولوی صاحب موصوف ہی کی تحریر سے دیتے ہیں کہ یہ "الہامی عمر" یقیناً حضرت مسیح موعود نے حاصل کی۔ آپ تفسیر ثنائی مطبوعہ ۱۸۹۹ء میں لکھتے ہیں:۔

"آئندہ کو آپ (حضرت مرزا صاحب) کے خاندان میں سے جو شخص ستر برس سے متجاوز ہو جیسے خود بدولت بھی ہیں" الخ (جلد ۲ ص۹۰)

اب آپ خود حساب کرلیں۔ کہ ۷۰ میں ۱۸۹۹ء سے ۱۹۰۸ء تک جو کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کا سن ہے ۹ سال ملانے سے "۷۵ اور ۸۵ سال کے درمیان" عمر بنتی ہے یا نہیں؟

پھر آپ نے ۱۹۰۷ء میں لکھا تھا:۔

"مرزا صاحب کہہ چکے ہیں کہ میری موت عنقریب اسی سال کے کچھ نیچے اوپر ہے جس کی سب زینے غالباً آپ طے کر چکے ہیں" (اہلحدیث ۳ مئی ۱۹۰۷ء)

ان دو صریح اور کھلی شہادتوں کی موجودگی میں آپ کا بیان کہ "مرزا صاحب نے اپنی عمر کی بابت پیشگوئی کی جو پوری نہ ہوئی" کہاں تک مبنی بر صداقت ہے۔ اس جواب میں ہم نے صرف "احادیث ثنائیہ" پیش کی ہیں۔ غالباً آپ ان کو بھول کر اس قسم کے اعتراض کیا کرتے ہیں۔ امید ہے اب آپ کا گھر پورا ہو جائے گا۔ الہامی عمر کا تخمینہ آپ کا خود بیان کردہ۔ اس کا پورا ہونا آپ کے قلم سے لکھا ہوا ہے۔

دانیال والی پیشگوئی پر اعتراض کا جواب

اگرچہ مولوی صاحب کے مذکورہ بالا بیان کے مطابق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی الہامی عمر کا پورا ہونا بالفاظ دیگر دانیال نبی کی پیشگوئی کا پورا ہونا ہے۔ کیونکہ یہ دونوں "بالکل موافق" ہیں۔ تاہم یہ واضح کردینے کے بعد کہ ۱۳۳۵ھ حضرت مسیح موعود کی الہامی عمر کا انتہا نہیں۔ بلکہ چونکہ حضور کی الہامی عمر ۷۴ سے ۸۶ سال کے درمیان ہے۔ اس لئے عمر کا انتہا بھی ۱۳۲۵ سے ۱۳۳۶ کے درمیان ہوگا۔ اور ان سالوں میں سے جس درمیانی سال میں بھی حضور کا وصال ہو جائے اس پر کسی کو گنجائش اعتراض نہیں (جیساکہ قرآن مجید کی پیشگوئی فی بضع سنین میں تھا) حضور ۱۳۲۶ ہجری میں رحلت فرما گئے جو کہ پیشگوئی کے عین مطابق اور بالکل درست تھا۔ اس لئے اس پر تو اعتراض نہیں ہو سکتا۔ لیکن اگر یہ کہا جائے کہ ۱۳۳۵ ہجری حضور کی زندگی کا آخری سال تھا۔ تو یہ غلط ہے۔ کیونکہ یہ بات اصل پیشگوئی دانیال نبی کی کتاب میں ہرگز مذکور نہیں۔ کہ وہ موعود ۱۳۳۵ تک زندہ رہے گا۔ جیساکہ ہم اوپر اصل الفاظ نقل کر آئے ہیں۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے الہامی عمر کا آخری اندازہ (۸۶ سال) کا خیال فرما کر ۱۳۳۵ ہجری کو اپنا "آخری زمانہ" قرار دیا تھا۔ مگر مشیت ایزدی میں درمیانی سال مراد تھا یعنی حضور کی عمر ۷۵ سال مقدر تھی۔ اور اس صورت میں سن وفات ۱۳۲۶ ہجری ہی ہونا چاہیئے تھا۔ اور یہ بات مدعی کی صداقت میں ذرا بھی قادح نہیں۔ کیونکہ سید الاصفیاء فرماتے ہیں۔ میں نے رؤیا میں دیکھا کہ ایک کھجوروں والی زمین کیطرف ہجرت کر رہا ہوں۔ میرا خیال ہوا کہ یمامہ یا ہجر (دو مقام ہیں) کی طرف مجھے جانا ہوگا مگر واقعات نے ظاہر کیا کہ وہ شہر مدینہ منورہ تھا (بخاری) پھر جب مرض الموت میں حضور علیہ السلام کی ازواج مطہرات نے آپ سے دریافت کیا۔ کہ ہم میں سے پہلے آپ کو کون ملیگی۔ تو حضور نے فرمایا اسرعکن لحوقاً بی اطولکن یداً۔ کہ جس کے ہاتھ زیادہ لمبے ہیں۔ اس پر آپکی بیویاں ہاتھ ناپنے لگ پڑیں۔ اور حضرت سودہؓ کے ہاتھ لمبے ثابت ہوئے اور یہی خیال کیا گیا۔ کہ وہ سب میں پہلے انتقال فرمائینگی لیکن حضرت زینبؓ کی وفات سے یہ عقدہ کھلا کہ لمبے ہاتھوں سے مراد سخاوت تھی۔ اور حضرت زینبؓ زیادہ سخی تھیں۔ اسلئے وہ پہلے فوت ہوگئیں (بخاری) خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں:۔

"صاف ظاہر ہے کہ جب پیشگوئی ظہور میں آجائے اور اپنے ظہور سے اپنے معنے آپ کھولدے اور ان معنوں کو پیشگوئی کے الفاظ کے آگے رکھ کر بدیہی طور پر معلوم ہو کہ وہی سچے ہیں تو پھر ان میں نکتہ چینی کرنا ایمانداری نہیں ہے۔" (ضمیمہ براہین احمدیہ پنجم ص۸۷)

پس جبکہ پیشگوئی اپنی حقیقت پر پوری ہوگئی جس کا مولوی ثناء اللہ صاحب کو بھی اعتراف ہے۔ جیساکہ اوپر درج ہو چکا ہے۔ تو اب بھی اعتراض کرتے رہنا ایمانداری اور دیانتداری کے خلاف ہے۔ کیا ہمیں توقع رکھنی چاہیئے کہ مولوی صاحب اس سب سے "وزن دار" دلیل کی حقیقت سمجھ گئے ہونگے۔

ایک اور طرح سے

دانیال نبی نے ایک عظیم الشان انقلاب کے بعد سے ۱۳۳۵ھ کا ذکر کیا ہے۔ اور جیساکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ذکر فرمایا ہے۔ وہ زمانہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت یا ظہور کا وقت ہے حضرت اقدس تحریر فرماتے ہیں:۔

"اس فقرہ میں دانیال نبی بتلاتا ہے کہ اس نبی آخر الزمان (جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے) کے ظہور سے جب بارہ سو نوے برس گزریں گے تو وہ مسیح موعود ظاہر ہوگا" الخ (حاشیہ تحفہ گولڑویہ ص۱۱۶)

"جب حقیقی سوختنی قربانی یہود نے ترک کردی جس سے مراد خدا کی راہ میں اپنا نفس قربان کرنا اور جذبات نفسانیہ کو جلا دینا ہے۔ تب خدا تعالیٰ کے قہری عذاب نے جسمانی قربانی سے بھی ان کو محروم کر دیا۔ پس یہود کی پوری بد چلنی کا وہ زمانہ تھا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث فرمائے گئے اسی زمانہ میں یہود کا پورا استیصال ہوا۔" (حقیقۃ الوحی ص۲۰۲ حاشیہ)

ان ہر دو عبارتوں سے ظاہر ہے کہ یہ سلسلہ سنین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور سے شروع ہوتا ہے جو کہ مکہ معظمہ میں ہوا۔ اور سن ہجری کے شروع ہونے سے علی اختلاف الروایات تیرہ یا دس سال قبل ہوا تھا۔ گویا جب سن ہجری کا پہلا سال تھا اس وقت حضور علیہ السلام کے ظہور کو دس سال تو یقیناً ہو چکے تھے۔ اس حساب سے جب ۱۳۲۶ ہجری ہوا اس وقت ظہور پیغمبر آخر الزمان پر لازماً ۱۳۳۵ برس گذر چکے تھے۔ لہذا ظہور نبوی سے سالوں کا شمار کر کے ۱۳۳۵ بالکل پورا ہو جاتا ہے اور دانیال کے الفاظ کا ظاہری منشاء بھی یہی معلوم ہوتا ہے ہاں اس صورت میں یہ سوال ہوگا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس سے سن ہجری مراد لیا ہے۔ سو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ حضور کی تحریر میں ہجری کا لفظ بھی موجود ہے۔ اور ظہور و بعثت کا بھی۔ مگر اول الذکر صورت میں یہ معنی واقعات کے خلاف ہیں اس لئے ظہور والے معنوں کو ہی ترجیح ہوگی۔ اور پیشگوئی میں یہ کہیں مذکور نہیں کہ سن ہجری مراد لیا جائے۔

مولوی ثناء اللہ صاحب نے لکھا ہے:۔

"۱۳۳۵ء سے مراد سن ہجری ہے۔ دوسرا کوئی سن ایسا نہیں جس کے ۱۲۹۰ھ میں مرزا صاحب نے دعویٰ کیا ہو"۔

(اہلحدیث ۲۱ر جون ۲۹ء)

مگر یہ خیال باطل ہے۔ کیونکہ نہ پیشگوئی کا منشا ہے کہ ۱۲۹۰ھ میں دعویٰ کیا جائے۔ اور نہ حضرت مسیح موعودؑ نے اسے ضروری قرار دیا ہے۔ بلکہ حضور نے "بارہ سو نوے برس گزرینگے تو مسیح موعود ظاہر ہوگا" کے الفاظ لکھے ہیں یعنی ۱۲۹۰ برس گزرنے سے قبل وہ موعود ظاہر نہیں ہو سکتا۔ ہاں وہ اس معینہ مدت گزرنے کے بعد ظہور کرے گا۔ سو اگر دس برس بعد ہو۔ تب بھی کوئی حرج نہ ہوگا۔ اسی وجہ سے حضرت صاحب نے ۱۲۹۰ ہجری پر شرف مکالمہ و مخاطبہ پانا ایک "عجیب امر" اور "ایک نشان" قرار دیا ہے۔ کیونکہ یہ سن تو ایک کھلی کھلی بات تھی۔ ظہور تاریخ سے ۱۲۹۰ سال کا شمار کسی قدر معرفت کو چاہتا ہے۔ اس طرح سے گویا دونو باتیں درست ہو جاتی ہیں۔ ظہور نبوی سے لیکر ۱۲۹۰ سال گزر گئے تو مسیح موعود ظاہر ہوا۔ اور سن ہجری کا بارہ سو نوے سال تھا۔ کہ وہ مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ سے مشرف ہو چکا تھا۔ غرض اس میں ہر رنگ سے خدا کا ایک نشان ہے نہ کہ کوئی قابل اعتراض بات۔

پس باوجودیکہ ۱۲۹۰ھ ہجری میں حضرت مسیح موعودؑ نے دعویٰ کیا ہے۔ تب بھی یہ ضروری نہیں کہ اس شمار میں سن ہجری ہی مراد لیا جائے۔ اس سے سن ظہوری بھی مراد ہو سکتا ہے جیسا کہ ہم نے ثابت کیا ہے۔

منٹگمری کے مباحثہ کا تذکرہ

۲۰ر اکتوبر کو مولوی صاحب سے فرقہ اہلحدیث منٹگمری کے جلسہ میں مباحثہ قرار پایا تھا۔ ناظم اہلحدیث نے ہر رنگ میں راہ فرار اختیار کی۔ اور اخیر وقت تک شرائط کا تصفیہ نہ ہو سکا۔ مگر ہم نے فیصلہ کر لیا۔ کہ جھوٹے کو گھر تک پہنچائیں گے۔ اس لئے بجائے مستقل اور باقاعدہ مناظرہ کے ہم نے قلیل سے قلیل وقت لے کر بھی ان سے گفتگو کی۔ مولوی ثناءاللہ صاحب نے بھی اتنا تو اعتراف کیا ہے کہ "یہی سوال منٹگمری میں قادیانی پارٹی کے سامنے پیش کیا وہ بھلا ایسی ضعیف الاعتقاد جیسے کہ لاہوری پارٹی ہے، کہاں تھی جو غلط کہہ دیتی اس نے اس کی اصلاح کرنے میں مقدور بھر کوشش کی"۔ (اہلحدیث یکم نومبر)

باقی جو آپ نے غلط بیانی کی ہے وہ وہی بات ہے جس کا ذکر آپ نے بایں الفاظ کیا ہے:۔

"یہ بڑی مصیبت ہے کہ مباحثات میں فریقین کے بیانات میں اتنا اختلاف شدید ہوتا ہے کہ بیرونجات والوں کو فیصلہ کرنا مشکل ہو جاتا ہے"۔ (یکم نومبر)

اب آپ ہی بتلائیے اس بارہ میں کوئی دیانتدار انسان کس طرح سے آپ کو غلط بیانیوں سے روک سکتا ہے۔ مولوی صاحب کا صرف یہی ایک مطالبہ تھا۔ اور وہ بھی صرف ۱۳۳۵ء کے لحاظ سے جس کا مفصل جواب دیا گیا جو اوپر بھی ذکر ہو چکا ہے۔ اور ساتھ ہی حسب ارشاد صدر جلسہ مولوی صاحب سے چند سوال کئے مثلاً (۱) مقدمہ تفسیر ثنائی میں لکھا ہے کہ کاذب مدعی نبوت جان سے مارا جاتا ہے (ص۱۶) حضرت مسیح موعودؑ قتل نہ کئے گئے کیا وجہ ہے کہ ان کو سچا نہ مانا جائے (۲) اعجاز احمدی کے لئے حضرت مرزا صاحب نے آپ کو دس ہزار روپیہ انعام پیش کر کے دعوت مقابلہ دی کیا آپنے اسکی مثل بنائی؟ (۳) آخری فیصلہ والے اشتہار پر جناب نے لکھا تھا۔ کہ یہ تحریر تمہاری مجھے منظور نہیں۔ اور نہ کوئی دانا اس کو منظور کر سکتا ہے (اہلحدیث ۲۶ر اپریل ۰۷ء) اگر یہ یکطرفہ دُعا تھی۔ دعائے مباہلہ نہ تھی۔ تو اس فقرہ کا کیا مطلب کہ مجھے منظور نہیں۔ کیا یکطرفہ دعا کی صورت میں یہ جواب بہت بڑی بیوقوفی نہیں۔ نیز جب آپنے اس وقت اس طریق فیصلہ کو رد کر دیا اور یہی اپنی دانائی کا ثبوت پیش کیا۔ تو آج آپ کو کیا حق ہے کہ اسی اشتہار کو پیش کر کے مخلوق کو دھوکہ دیں (۴) آپ نے تو شائع کیا تھا کہ جھوٹے۔ دغاباز۔ مفسد اور نافرمان لوگوں کو لمبی عمریں ملا کرتی ہیں۔ کیا یہ فتوٰی آپ پر عائد نہیں ہوتا۔ (۵) قرآن مجید نے مدعی نبوت کی پہلی زندگی کا پاکیزہ ہونا دلیل صداقت بیان کی ہے۔ حضرت مرزا صاحب کی پہلی زندگی پاکیزہ ہے آپنے تحدی کی۔ دشمنوں بالخصوص بٹالوی صاحب نے اعتراف کیا۔ وغیرہ وغیرہ۔

مولوی صاحب اخیر وقت تک ان سوالات کو ٹالنے کی کوشش کرتے رہے۔ آخر صدر اور پبلک کے مجبور کرنے پر ان کا جواب دینے کی کوشش کی مگر بے سود۔ بقول خود صرف "اٹکل پچو" سے کام لیتے رہے جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ انھوں نے "ذلت کی بارش" محسوس کی۔ اور باوجودیکہ باقاعدہ اور مستقل مناظرہ کے لئے انہی طرف سے بھی منظوری مل چکی تھی۔ آپنے تحریری طور پر اس سے گریز کیا۔ اور ناظم عبدالجلیل صاحب نے تو مجلس میں صاف کہہ دیا تھا۔ کہ "تم لوگوں سے ہم مناظرہ نہیں کرتے مولوی ثناءاللہ سے کرتے پھریں ہم نہیں کریں گے نہ ہم ذمہ دار ہیں۔ خواہ تم اس کو ہماری شکست سمجھو"۔ ان حالات میں مولانا کا ہمارے متعلق "نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن" کہنا اگر کذب بیانی نہیں تو اور کیا ہے۔ مگر آپ کو اس سے کیا اجتناب۔ کیونکہ آپ کے نزدیک ایک کذب سے اتقاء میں فرق نہیں آتا۔

خاکسار ابوالعطاء اللہ دتہ جالندھری قادیان

لالہ موسیٰ میں کامیاب مناظرہ

۱۳ر اکتوبر بروز اتوار جماعت احمدیہ لالہ موسیٰ اور اہلحدیث کے درمیان وفات و حیات مسیح ناصری اور صداقت مسیح موعودؑ پر مناظرہ ۱ بجے رات سے لیکر ۱۲ بجے تک زیر صدارت جناب چوہدری شبیر علی صاحب ذیلدار موضع دھامہ قرار پایا۔ جماعت احمدیہ کیطرف سے ملک عبدالرحمن صاحب خادم گجراتی اور جماعت اہلحدیث کیطرف سے حافظ فضل الرحمن صاحب تھے۔ خدا کے فضل سے مناظرہ نہایت کامیاب رہا۔ وفات مسیح کے مضمون پر متعدد آیات و احادیث سے دلائل پیش کئے گئے فریق مخالف انکو آخر تک توڑ نہ سکا۔ غیر احمدی پبلک نے اپنے مناظر کی اس کمزوری کو محسوس کیا۔ چنانچہ جب وفات مسیح پر مناظرہ کا وقت ختم ہو گیا اور صداقت مسیح موعود کا مضمون شروع ہونے لگا۔ تو تمام غیر احمدی پبلک نے اہلحدیث مولوی سے کہا کہ اب یہ سلسلہ مناظرہ نہ کرو۔ مگر مولوی صاحب نے

اہم ملکی واقعات

شاردا ایکٹ کے متعلق وائسرائے کے نام خط

مسلمانوں کی وہ پارٹی جو مصالحانہ طریق سے شاردا بل ہی کو خلاف کرانیکی کوشش کر رہی ہے۔ وہ وائسرائے ہند کے جواب سے مایوس نہیں ہوئی۔ بلکہ اب اس نے یہ تحریک کی ہے۔ کہ مسلمان وائسرائے ہند کو خطوط لکھیں جن کا مضمون یہ ہو۔ کہ جس وقت شاردا بل مسودہ کی شکل میں تھا۔ اگر اس وقت ہمیں علم ہو جاتا تو ہم اسی وقت آپ سے درخواست کرتے کہ اسے اسمبلی میں پیش ہونیکی اجازت نہ دیجائے۔ لیکن یہ آپکی منظوری کے لئے بھیجا ہی نہیں گیا۔ آپنے جس بل کی اسمبلی میں پیش ہونیکی اجازت دی تھی۔ وہ ہندوؤں میں بارہ سال سے کم عمر کے بچوں کی شادیوں کو ناجائز قرار دیکران میں بچپن کی بیوگی کا سدباب کرنیکی غرض سے پیش ہونے والا تھا۔ موجودہ صورت کی منظوری آپ نے نہیں دی۔ اس لئے اسمبلی کو اسے پاس کرنے کا بھی کوئی حق نہ تھا۔ اور بدیں وجہ شاردا ایکٹ کو جائز طور پر قانونی حیثیت حاصل نہیں ہو سکتی۔

موجودہ حکمران کابل کا اعلان

شاہ کابل محمد نادر خان نے آئندہ نظام حکومت کے متعلق ایک اعلان شائع کیا ہے۔ جس میں لکھا ہے۔ ملک میں شریعت اسلامیہ کا نفاذ رہے گا۔ ایک مجلس قومی سنسر بورڈ اور حساب و کتاب کا بورڈ عنقریب مقرر کئے جائینگے۔ سب لوگوں کے حقوق مساوی ہونگے قومیت یا عالی خاندانوں کو کوئی امتیاز حاصل نہیں ہوگا۔ حکومت کے تمام افسر اپنے عہدہ کا جائزہ لینے سے قبل قرآن پر حلف اٹھائینگے کہ وہ رشوت اور تحائف نہیں وصول کرینگے۔ حکومت کا مال غبن نہیں کرینگے اور ایمانداری سے خدمت خلق کرینگے۔ شراب نوشی پر احکام شریعت کے مطابق سزا ہوگی۔ افغانستان میں ظاہرًا اور مخفی طور پر شراب کی فروخت اور کشید ممنوع ہے۔ اگر کوئی حاکم شراب نوشی کرے گا۔ تو تنزل کے ساتھ اسے اسلامی سزا بھی دی جائے گی۔ غیر ملکی اس قانون سے مستثنےٰ ہونگے۔ حفاظت ملک اور قیام خود مختاری کے لئے ایک باقاعدہ فوج تیار کرنے کی غرض سے کابل میں فورًا ایک فوجی کالج قائم ہوگا۔ جہاں جدید ترین فنون جنگ اور جدید ترین سامان حرب کا استعمال سکھایا جائے گا۔ ڈاک تار اور ٹیلیفون کا سلسلہ فورًا قائم کر دیا جائے گا اور سڑکیں اور پل تعمیر یا درست کئے جائیں گے۔ تمام محصولات وغیرہ حسب سابق ہونگے اور سابقہ حکومت نے اس معاملہ میں جو استثنا کئے تھے وہ بھی قائم رہیں گے۔ بقایا جات کی وصولی سہولت کے ساتھ کی جائیگی۔ افغانستان کو اس وقت تجارتی اور زرعی ترقی کی ضرورت زیادہ ہے۔ اس لئے ایران۔ اٹلی۔ فرانس۔ برطانیہ۔ روس۔ امریکہ

وصیتیں

نمبر ۲۹۹۲ :- میں ضیاء اللہ ولد قاضی چراغدین قوم کھوکھر راجپوت بپیشہ ملازمت عمر اٹھائیس سال تاریخ بیعت پیدائشی احمدی ساکن سوہدرہ ڈاکخانہ خاص تحصیل وزیر آباد ضلع گوجرانوالہ۔ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۹/۸/۱۲ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری اس وقت کوئی جائداد نہیں ہے۔ اور میرا گذارہ ملازمت پر ہے اور میری ماہوار تنخواہ ۲۷ روپے ہے۔ میں تازیست اپنی ماہوار آمدنی جو کچھ بھی ہوگی۔ کا ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہونگا۔ اور میری وفات کے بعد جو کچھ میرا متروکہ ثابت ہو۔ اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک و قابض صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔

بقلم خود ضیاء اللہ مدرس اول مدرسہ تحصیل وزیر آباد ضلع گوجرانوالہ گواہ شد۔ محمد شریف احمدی ساکن اکال گڑھ حال وارد قادیان۔ گواہ شد فضل الرحمن مفتی بقلم خود۔ العبد۔ قاضی ضیاء اللہ ولد قاضی چراغدین قوم کھوکھر راجپوت ساکن سوہدرہ تحصیل وزیر آباد ضلع گوجرانوالہ حال وارد قادیان ⁂

نمبر :- میں حفیظن بی بی بیوہ ڈاکٹر عظیم اللہ صاحب صوبیدار قوم راجپوت عمر قریباً ۵۴ سال بیعت اپریل ۱۹۰۳ء ساکن جالندھر شہر حال قادیان بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۱ اکتوبر ۲۸ء حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میری اس وقت حسب ذیل جائداد ہے۔ (۱) مکان ۲ منزلہ پختہ (۲) مکان یکمنزلہ پختہ واقعہ محلہ قرار خان حویلی صوفیاں جالندھر شہر۔ (۳) زیورات طلائی قیمتی ۶۰۰ روپیہ و نقد ۴۰۰ روپیہ کل میزان ۱۰۰۰ روپیہ۔ میں اپنی اس موجودہ جائداد کے ۱/۳ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ نیز یہ بھی لکھدیتی ہوں۔ کہ اگر میری وفات کے بعد اس جائداد کے علاوہ کوئی اور مزید جائداد ثابت ہو۔ تو اسکے بھی ۱/۳ حصہ کی مالک۔ صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اور اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم یا کوئی جائداد داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کر کے رسید حاصل کر لوں۔ تو ایسی رقم یا ایسی جائداد کی قیمت حصہ وصیت کردہ سے منہا کر دیجائیگی۔ فقط کاتب الحروف مبارک احمد متعلم جامعہ احمدیہ

العبد۔ حفیظن بی بی بیوہ ڈاکٹر عظیم اللہ صاحب صوبیدار۔ گواہ شد مبارک احمد عفی عنہ متعلم جامعہ احمدیہ قادیان۔ گواہ شد محمد عبد اللہ ٹھیکیدار مالک ... قادیان

نمبر ۳۰۸۹ :- میں آمنہ بیگم بنت شیخ عبد الرحیم صاحب قوم مغل عمر ۲۴ سال ساکن قادیان ضلع گورداسپورہ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ اس وقت میری جائداد زیورات قیمتی ۲۰۰ روپیہ ہیں۔ اور مہر سات سو روپیہ مقرر ہے۔ جو تا ہنوز میرے خاوند سے وصول نہیں ہوا۔ میں اس جائداد ایک ہزار روپیہ کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ نیز یہ بھی لکھدیتی ہوں۔ کہ اگر میری وفات کے بعد مزید جائداد ثابت ہو۔ تو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ ۲۸/۸/۲۹

العبد۔ آمنہ بیگم۔ گواہ شد محمد یعقوب مولوی فاضل قادیان

...

موسم آرہا ہے

قوت مردانہ قائم رکھنے کے لئے

رائے بہادر مولراج ایم۔ اے
کا

سُدھ مکردھوج

استعمال کریں

یہ قوت مردانہ کے علاوہ جسمانی و دماغی ہر قسم کے اعضاء رئیسہ کی طاقتوں کو بحال کرتا ہے۔ قوت بینائی۔ حافظہ۔ گردہ۔ معدہ۔ اور مثانہ وغیرہ ذیابیطس کا خاص اور عجیب علاج ہے ہمارے سدھ مکردھوج کے بہتر ہونیکا اور کیا ثبوت ہوسکتا ہے۔ کہ مریض استعمال کرنے کے بعد اکٹھا خرید تے ہیں۔

دھوکے سے بچئے اور اپنے آرڈر کے ساتھ رعایتی کوپن کو ضرور بھیجئے بجائے دس روپیہ کے نو روپیہ قیمت چارج کی جائیگی۔ اور محصولڈاک و پیکنگ بھی معاف ہوگا۔ قیمت فی تولہ اسی روپیہ۔ نمونہ کے لئے ۱/۲ ۱ ماشہ یعنی ۴۸ خوراک ۱۰ روپے۔

نوٹ :- پارسل لینے سے پہلے پارسل پر رائے بہادر مولراج ایم۔ اے کا چھپا ہوا نام دیکھ لیں۔ تا کہ آپکا کہیں آرڈر چرا کر کسی دوافروش نے نقلی دوائی نہ بھیجدی ہو۔

تمام سدھ مکردھوجوں سے بہتر پایا

پنڈت امر چند جی ساہوکار ضلع سیالکوٹ سے لکھتے ہیں۔ میں نے تمام سدھ مکردھوجوں سے جو کہ میں نے دوسرے کارخانوں سے خرید کر استعمال کئے۔ تو بہتر پایا۔

لالہ شنکر لال صاحب افسر مال

ریاست ...... سے لکھتے ہیں آپکا سدھ مکردھوج استعمال کیا۔ مفید پایا

رعایتی کوپن "الفضل"

مکرم منیجر صاحب ہیلتھ اوشدھالیہ لاہور .... "رعایتی کوپن الفضل"
میرے نام ڈیڑھ ماشہ سدھ مکردھوج بھیجکر مشکور فرمائیں

نام بمعہ عہدہ ....

پورا پتہ ....

مختصر فہرست ادویات ارشاد آنے پر مفت

منیجر ہیلتھ اوشدھالیہ رائے بہادر مولراج ایم۔ اے

بازار ایڈمنڈ ... پوسٹ بکس نمبر ۱۴۷۔ لاہور

تریاق معدہ و جگر

ہمارا تیار کردہ تریاق بفضلہ مندرجہ ذیل عوارضات کیلئے لاثانی دوا ہے۔ کوئی یونانی و ڈاکٹری مرکب جملہ فوائد میں اسکا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ اکثر اشخاص ضعف معدہ۔ ضعف جگر۔ دل کی دھڑکن۔ سر درد بوجہ کمی خون عظم طحال۔ جلن ہاتھ پاؤں۔ زردی بدن۔ جلن سینہ۔ کمی خون۔ قبض دائمی۔ ان عوارضات کے باعث اکثر مریض زندہ درگور نظر آتے ہیں۔ موسم سرما میں قدرے آرام معلوم ہوتا ہے۔ جہاں گرمی کا موسم آیا۔ مندرجہ بالا عوارضات آدباتے ہیں۔ کوئی دن اور کوئی رات چین سے بسر کرنا نصیب نہیں ہوتی۔ صرف ایک ہفتہ کے قلیل عرصہ میں آثار صحت شروع ہو جاتے ہیں۔ دو تین ہفتہ کے لگاتار استعمال سے زردی و لاغری دور ہو کر بدن چست و چالاک سرخ مثل انار ہو جاتا ہے۔

تریاق معدہ و جگر۔ سفوف کی شکل میں خوشبودار۔ لذیذ۔ شیریں۔ مفرح مہک یا بدبو سے پاک۔ بچوں بوڑھوں۔ عورتوں۔ مردوں کیلئے یکساں مفید ہے جسقدر دودھ بھی چاہو ہضم کر سکتے ہو۔ تندرست اشخاص جو کمی خون محسوس کرتے ہیں۔ وہ بھی اسے استعمال کرکے کافی خون پیدا کر سکتے ہیں۔ قیمت فی چھٹانک تین روپے آٹھ آنے علاوہ محصولڈاک خوراک ۲ ماشہ ہمراہ دودھ صبح و شام۔ مفصل پرچہ ترکیب ہمراہ وی۔ پی ارسال ہوگا ⁂

حکیم محمد شریف احمدی موضع عمر والا براستہ بٹالہ ضلع گورداسپور

بعدالت جناب شیخ عبد الغنی صاحب نائب تحصیلدار

اسسٹنٹ کلکٹر درجہ دوم

کانشی رام ولد رام رنگ ذات نہیرہ سکنہ گھمیانہ

بنام

نند لال ولد جوالا داس ذات ... سکنہ گھمیانہ
بھگوان داس ولد آتما رام ذات نہیرہ سکنہ گھمیانہ

درخواست تقسیم اراضی کھاتہ نمبر ۱۳ واقعہ متعلقہ چک گنجانہ برقبہ ۱۱ ۱/۲ ...

اشتہار

مقدمہ مندرجہ بالا میں مدعا علیہم باوجود اطلاعنامہ جاری کرنے کے حاضر عدالت نہیں ہوا ہے۔ لہذا بذریعہ اشتہار ہذا مشتہر کیا جاتا ہے۔ کہ مدعا علیہم نندلعل مذکور و بھگوان داس بتاریخ ۲۵/۱۱/۲۹ حاضر عدالت ہوکر وجہ ظاہر کرے۔ کہ کیوں تقسیم نہ کی جاوے۔ اگر تاریخ مقررہ پر حاضر عدالت نہ ہونگے۔ تو کارروائی یکطرفہ عمل میں لائی جاویگی۔ اور کوئی عذر سماعت نہیں ہوگا۔ ۱۲/۱۱/۲۹

دستخط۔ نائب تحصیلدار صاحب اسسٹنٹ کلکٹر درجہ دوم تحصیل جھنگ

آج مورخہ ۱۲/۱۱/۲۹ بثبت ہمارے دستخط اور مہر عدالت کے جاری ہوا دستخط حاکم

مجھے رشتہ کی ضرورت ہے

دو احمدی لڑکیوں کے لئے جو ورنیکلر مڈل پاس کرچکی ہیں اور اب ٹریننگ اسکول میں داخل ہونیوالی ہیں۔ علاوہ ترجمۃ القرآن و کتب حضرت مسیح موعودؑ کے عربی۔ فارسی۔ انگریزی پڑھتی ہیں۔ رشتہ کی ضرورت ہے۔ لڑکے احمدی مبایع تعلیمیافتہ تندرست برسر روزگار۔ باکاروبار صوبہ یوپی۔ دہلی۔ یا قادیان کے رہنے والے ہوں۔ لڑکیوں کی عمر ۱۴ و ۱۵ سال ہے۔ خط و کتابت بعد تصدیق مقامی سکرٹری پتہ ذیل پر ہونی چاہئے۔ بمقام تحصیل مودہا۔ ضلع ہمیرپور (یوپی)

محمد بشیر الدین گرداور قانونگو

تلاش گمشدہ

مستری حاجی فضل الٰہی صاحب امین جماعت بھیرہ عرصہ پانچماہ سے مفقود الخبر ہیں۔ اگر کوئی دوست انکا پتہ بتاسکیں تو مشکور ہونگا حلیہ حسب ذیل ہے۔ نام مستری حاجی فضل الٰہی صاحب بھیرہ عمر تقریباً ۵۰ سال [illegible]

ہندوستان کی خبریں!

لاہور۔ ۱۴؍ نومبر۔ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ لاہور کے جاری کردہ وارنٹوں کی تعمیل میں آج ۳ بجے بعد دوپہر پولیس نے مہاشہ کرشن مالک روزنامہ "پرتاپ" اور مسز بھگوتی چرن کے مکانات کی تلاشی لی مہاشہ کرشن کے مکان پر ان کے دونوں لڑکوں کے کمروں کی بھی تلاشی لی گئی۔ یہ دونو ابھی تعلیم پا رہے ہیں۔ پولیس ان کی دو کاپیاں اور چار تصویریں اٹھا کر لے گئی۔ ان میں سے ایک تصویر مہاشہ کرشن کی۔ ایک مسٹر ویریندر کی اور ایک مسٹر دھنونتری کی ہے معلوم ہوا ہے۔ کہ یہ خانہ تلاشیاں ایک انگریزی دستاویز بعنوان "نوجوانوں سے اپیل" کے سلسلے میں ہوئی ہیں۔ جن کے متعلق بیان کیا جاتا ہے۔ کہ کسی نوجوان سوشلسٹ ریپبلکن ایسوسی ایشن آف انڈیا کے صدر مسٹر رانجمبار کی جاری کردہ ہے۔ یہ دستاویز آج ہی حکومت کے ایک غیر معمولی گزٹ کی رو سے ضبط شدہ قرار دی گئی ہے۔ مسٹر احسان الٰہی کے مکان کی بھی پولیس نے تلاشی لی۔ لیکن کوئی قابل اعتراض چیز برآمد نہیں ہوئی۔

کولمبو۔ ۱۴؍ نومبر۔ آج جنگ کے مشہور نامہ نگار مسٹر پرسیول فلپس ہندوستان جاتے ہوئے کولمبو سے گذرے۔ وہ ہندوستان میں "ڈیلی میل" کے لئے سیاسی و معاشرتی صورت حالات کا مطالعہ کریں گے۔

لاہور۔ ۱۶؍ نومبر۔ کپور آرٹ پرنٹنگ پریس میکلوڈ روڈ لاہور میں ستیارتھ پرکاش چھپنے کی غرض سے لائی گئی۔ جب پتھر کو مسلمان سنگساز کے پاس لایا گیا۔ تو اس نے پتھر درست کرنے سے انکار کر دیا۔ دوسرے مسلمان سنگسازوں نے اس کی تقلید کی۔ اور کہا۔ کہ ہم اپنے مذہب کی توہین اپنے ہاتھوں نہیں کر سکتے۔ لہٰذا مالک پریس کو ایک ہندو سنگساز منگانا پڑا۔ جب پتھر کو مشین مین کے پاس چھاپنے کے لئے لے گئے۔ تو اس نے بھی انکار کر دیا۔ اس کام کے لئے بھی ایک ہندو پریس مین باہر سے بلایا گیا۔ اور جس سے آئندہ کے لئے بھی اس قسم کی کتاب کی طباعت کا ٹھیکہ کر لیا گیا۔

لاہور۔ ۱۷؍ نومبر۔ کل فرنٹیئر میل پر شاہزادہ اسد اللہ خان جو سابق شاہ افغانستان امان اللہ خان کے بھائی اور جرنیل نادر شاہ کی ہمشیرہ کے لڑکے ہیں۔ لاہور وارد ہوئے۔ آپ کابل سے قندھار کی راہ یہاں تشریف لائے ہیں۔ آپ کے پیٹ میں کچھ خرابی ہے۔ جس کا وہ علاج کرانا چاہتے ہیں۔

کلکتہ۔ ۱۷؍ نومبر۔ پروفیسر بینر جی۔ ایم۔ ایل۔ سی۔ سرگرم رکن کانگریس کو آج صبح زیر دفعہ ۱۲۴ الف گرفتار کر لیا گیا۔ الزام یہ ہے۔ کہ آپ نے یوم سین سین پر البرٹ ہال کلکتہ میں باغیانہ تقریر کی۔ آپ کو ضمانت پر رہا کر کے ہدایت کی گئی ہے۔ کہ ۲۹؍ نومبر کو چیف پریذیڈنسی مجسٹریٹ کی عدالت میں حاضر ہوں۔

پشاور۔ ۱۷؍ نومبر۔ سرحدی کی فوج ان سردیوں میں

والو بھیج گئی۔ بیان کیا جاتا ہے۔ کہ فوج مستقل طور پر والو رہے گی۔ کہا جاتا ہے۔ کہ قبائل نے اس کی کوئی مخالفت نہیں کی۔

کالاکنکر۔ ۱۷؍ نومبر۔ گاندھی جی کل اپنی پارٹی سمیت یہاں آئے۔ راجا کالاکنکر نے اپنی ریاست کے افسروں کے ساتھ آپ کو خوش آمدید کہا۔ رانی صاحبہ نے ایک جلسہ میں آپ کو ایک ہزار روپیہ کی تھیلی دی۔ اور راجا صاحب نے ایک اور جلسہ میں چار ہزار روپیہ کی تھیلی دی۔ جلسہ میں تقریر کے بعد آپ نے اپنے ہاتھ سے راجا صاحب کے خاندان کے تمام غیر ملکی کپڑے آگ کی نذر کر دیئے۔

ڈھاکہ۔ ۱۷؍ نومبر۔ بنگال کے مختلف مقامات پر نظر بندوں کے لئے جو کوارٹر بنائے گئے تھے۔ ان کی از سر نو تعمیر شروع ہو گئی ہے۔ بعض کوارٹر فروخت کر دیئے گئے تھے۔ لیکن اب معلوم ہوا ہے۔ کہ ان کی فروخت بھی منسوخ کر دی گئی ہے۔

الٰہ آباد۔ ۱۷؍ نومبر۔ گورنمنٹ انٹرمیڈیٹ کالج کے طلباء نے سٹرائک کر دی ہے۔ بیان کیا جاتا ہے۔ کہ پرنسپل نے ان کی کارنگ پور تماشی چھٹی کی درخواست نامنظور کر دی تھی۔

لاہور۔ ۱۵؍ نومبر۔ ڈاکٹر سر محمد اقبال۔ خان سعادت علی خان۔ میر شمس الدین کارکنان افغانستان ہلال احمر سوسائٹی اور ادارہ انقلاب کی طرف سے حسب ذیل تہنیت نامہ وزیر خارجہ افغانستان کو بھیجا گیا ہے " بیرونی حکومتوں اور علی الخصوص برطانیہ کی طرف سے تسلیم حکومت پر شاہ نادر خان کی خدمت میں مخلصانہ مبارکباد عرض کر دیجئے"

لاہور۔ ۱۴؍ نومبر۔ عدالت عالیہ لاہور میں ایک داستان بیان کی گئی۔ کہ ایک عورت ملزم کے سامنے آئی۔ ملزم نے اسے پوچھا۔ تو کون ہے۔ تو اس نے کہا۔ کہ میں چڑیل ہوں اس پر اسے زدوکوب کیا گیا۔ اور وہ مر گئی۔ ملزم کو پانچ سال قید کی سزا ہوئی تھی۔ اس نے عدالت میں اپیل کی۔ عدالت عالیہ نے اپیل خارج کر دی۔

ڈاکٹر شیخ محمد عالم صاحب کے استعفے سے پنجاب کونسل میں جو نشست خالی ہوئی تھی۔ اس کے لئے ۱۱؍ نومبر کو انتخاب ہوا جس میں شیخ عبد الغنی صاحب ایڈووکیٹ سرگودھا اور ملک لال خان صاحب (گوجرانوالہ) امیدوار تھے۔ حلقے کے تمام معزز مسلمانوں نے شیخ صاحب کی حمایت میں اعلانات شائع کئے تھے۔ اور ملک صاحب کی تائید میں تہروانی خلافتیوں نے ایک اپیل شائع کی تھی۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ شیخ عبد الغنی صاحب کو تین ہزار پانسو اٹھانوے ووٹ ملے۔ اور ملک صاحب کو صرف نو سو بانوے آرا حاصل ہوئیں۔

بمبئی۔ ۱۷؍ نومبر۔ ہز ایکسی لنسی وائسرائے اور لیڈی اردن آج صبح سات بجے بمبئی پہنچ گئے۔ اور اسی وقت کالیا پور اور سنکل کو روانہ ہو گئے۔

الٰہ آباد۔ ۱۷؍ نومبر۔ آج صبح گاندھی جی نے جلد یہ کے احاطہ میں قومی جھنڈا نصب کیا۔ چاندی کی ایک کشتی جس میں سپاسنامہ رکھ کر پیش کیا

ممالک غیر کی خبریں!

یروشلم۔ ۱۴؍ نومبر۔ کل شام بعض غیر معروف حملہ آوروں کی زبردست آتشبازی نے صفید میں ہیجان و اضطراب کی لہر پیدا کر دی۔ ایک سپاہی زخمی ہوا۔ مسلح موٹر کاریں اس طرف روانہ ہوئیں۔ جدھر سے گولیاں آ رہی تھیں۔ مگر حملہ آوروں کا سراغ نہ مل سکا۔ آج سے دو ماہ پہلے صفید میں جو ہنگامہ ہوا تھا اس کے ضمن میں متعدد عربوں کو سزائے موت دی گئی ہے۔

دہلی۔ ۱۵؍ نومبر۔ مسٹر آرتھر ہینڈرسن وزیر خارجہ برطانیہ نے وزیر خارجہ کابل کے نام حسب ذیل برقی پیغام ارسال کیا ہے "میں ہز میجسٹی کی گورنمنٹ یعنی دولت متحدہ اور حکومت ہند کی طرف سے اور ہز میجسٹی کی حکومتوں یعنی کینیڈا۔ آسٹریلیا۔ اور نیوزی لینڈ کی کامن ویلتھ۔ جنوبی افریقہ کی یونین اور آئرلینڈ کی آزاد حکومت کے ایماء سے یور ایکسیلنسی کو مطلع کرتا ہوں۔ کہ مذکورہ حکومتیں جو اس حکومت کو جو شاہ محمد نادر شاہ نے افغانستان میں قائم کی ہے۔ تسلیم کرتی ہوئی اس مخلصانہ امید کا اظہار کرتی ہیں۔ کہ پہلے کی طرح جدید حکومت کے ساتھ بھی محبانہ تعلقات جاری رہیں گے۔

لندن۔ ۱۵؍ نومبر۔ جے ہورسٹ مین اینڈ کمپنی لمیٹڈ کی بنکنگ فرم نے روپیہ ادا کرنے کا کام بند کر دیا ہے۔ سرکاری طور پر بیان کیا جاتا ہے۔ کہ برانچ کے بعض نامہ نگاروں اور متولیوں کے روپیہ غبن کر جانے کی وجہ سے فرم کو بڑا بھاری نقصان پہونچا ہے۔

لندن۔ ۱۴؍ نومبر۔ دوشنبہ کے طوفان سے جو نقصان ہوا۔ ابھی اس کا پورا اندازہ نہیں کیا گیا۔ وزیر سکاٹ لینڈ نے پارلیمنٹ میں بیان کیا۔ کہ بحیرہ شمالی میں چھ سو شکار کرنے والے جہازوں کے ایک بیڑے کو طوفان سے نقصان پہونچا۔ ۲۰۰ اسے جال تباہ ہو گئے جن کے دوبارہ مہیا کرنے پر ۱½ لاکھ پونڈ صرف ہونگے۔

لندن۔ ۱۵؍ نومبر۔ ہوٹل سیسل کی فروخت کے متعلق گفت و شنید ہو رہی ہے۔ اگر شیل میکس لمیٹڈ نے اسے خرید لیا۔ تو اس کا ارادہ ہے۔ کہ اسے دفاتر کے طور پر استعمال کرے گا۔ اس سودے میں دس لاکھ پونڈ سے زیادہ رقم صرف ہوگی۔

یروشلم۔ ۱۶؍ نومبر۔ ایچ سی۔ لیوک نے جو تحقیقاتی کمیشن سے پہلے فلسطین کا قائم مقام گورنر تھا۔ اگست کے فسادات پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا۔ ۱۵؍ اگست کو میں نے "دیوار ماتم" کے پاس جلوس لے جانے کی اجازت دی تھی۔ لیکن فوجی طریق پر جھنڈوں سے مظاہرہ کرنے کا حکم نہیں دیا۔ مجھے معلوم نہیں کہ یہودیوں نے یہ جرم منظور نہیں کی۔ اور اگرچہ مسلمانوں نے دراندازی سے محفوظ رہنے کے متعلق میری درخواست منظور کر لی۔ لیکن بعد میں انہوں نے دیکھا